

سلسلہ روشنی کے سوسائٹی
پاک سوسائٹی
نئی دہلی
ڈاکٹ کام

WWW.PAKSOCIETY.COM



نیلہ براجہ

سلسلے کی

منجھناؤں

ساجدہ نے ڈرتے ڈرتے دستک دی کیونکہ وہ
لیلیٰ نسیم کے بل میں تولہ بل میں ماشہ سوا سے اسے
لٹا تھا۔ اسے یاد نہیں تھا کہ نسیم نے اس سے
نری سے بات کی ہو، بیشہ اس کا لہجہ آگ پر
محسوس ہو گا۔ پتا نہیں کیوں ساجدہ سے اسے
واسطے کاہر تھا۔
"آجاؤ۔" وہ سیدھی ہو کر بیٹھی تھی۔
ساجدہ وہاں نہ گھوم کر وہ قدم آگے بڑھی۔
دیکھتے ہی نسیم کے ساتھ یہ بل بڑھ گئے۔

صبح کے دس بج چکے تھے وہ بستر میں الٹی لیٹی کولڈ
بلے کا viva la vida من رہی تھی۔ رات
دیر تک ملائکہ سے فون پر چپس مارنے کی وجہ سے
اسے نیند بھی کٹنی دیر سے آئی تھی۔ ابھی بھی وہ سوئی
رہتی اگر ماہ نور کی کل اسے نہ جگائی۔
باہر سے رمضان اور ساجدہ کی آوازیں آرہی
تھیں۔ رمضان اس گھر کا رانا ملازم تھا جبکہ ساجدہ کو
ساتھ پیکنگ نے کچھ عرصہ پہلے ہی بدوہی خالے اور دیگر
کاموں کے لیے رکھا تھا۔

کیا بات ہے؟" وہ تجھے صبح میں ملے۔
 "بی بی جی! صاحب جی کہہ رہے ہیں آپ کو جگا
 دوں وہ ناشتے پر انتظار کر رہے ہیں۔" اس نے ڈرتے
 درتے وضاحت کی تو نرم کے ماتھے کے بل کچھ کم
 ہوئے۔
 "جاؤ" میں آتی ہوں اس منٹ میں۔" ساجد نے
 غصہ سے سمجھتے ہوئے باہر کا رخ کیا۔
 نرم نے اٹھ کر جوتے پہنے اور واش رووم میں آئی۔
 سامنے دیوار پر آئینے میں اس کا چہرہ اور اس پر رمل
 شکن بڑی واضح تھی۔ نہ جانے کیوں اسے بے بسی کا
 احساس ہوا۔
 آئینے سے نگاہیں چرا کر اس نے جلدی جلدی منہ
 ہاتھ دھویا، بکھرے بل و چار ہاتھ مار کر سنوارے اور
 ڈانگ ہال کا رخ کیا۔ جہاں پیلا سا بیگ سمیت اس کا
 انتظار کر رہے تھے۔
 "گڈ مارنگ پیلا!" ساتھ بیگ کو بکسر نظر انداز کرتے
 ہوئے پیلا کے ساتھ والی چیز مٹھیت کر بیٹھ گئی۔
 "نرم بیٹا! آپ کی ماما بھی اوہری ہیں شاید آپ
 نے دیکھا نہیں ہے۔" تیمور ملک کے لیے میں نہ
 محسوس کی جانے والی وارننگ سی تھی۔ وہ اندر تک
 چل کر وہ گئی مگر اوپر سول سے ساتھ کو بھی گڈ مارنگ
 کہنا ہی پڑا۔
 وہ بے بسی سے ہنستے کرتے گئی۔ تیمور ملک نے فوراً
 اپنی ملائی ہوئی کلیہ انداز نوٹ کیا۔
 "یہ لونا گاجر کا طعنہ ساجد نے خاص طور پر بنایا
 ہے بہت مزے کا بیٹا ہے۔" ساتھ نے طوے والا
 ڈونگ اس کی طرف پوچھ لیا تو اس نے ان کی طرف دیکھے
 بغیر ڈونگ لے لیا۔ تیمور بھی رغبت سے کھا رہے تھے۔
 "تمہاری اسٹیڈیز کیسی جا رہی ہیں۔"
 "ٹھیک ہی ہیں پیلا!" اس نے نگاہیں اٹھا کر پیلا کو
 دیکھا تھا۔
 وہ ایم جی اے کی اسٹوڈنٹ تھی اپنے پیلا کی لاڈلی۔
 اتفاقاً بد قسمتی سے ساتھ سے شادی کے بعد ان کے

ہاں کوئی ٹولہ نہیں ہوئی تھی سو نرم اگلی ہی
 اعزاز پر قرار کے ہوئے گی۔
 ساتھ اور تیمور فمد کی شادی کی تیاری
 کر رہے تھے۔ فمد ساتھ بیگم کا اکلوتا بھائی تھا۔
 رشتہ انہوں نے بڑے چاچے سے ڈاکٹر میا سے جوڑا
 پہلے ہی ملے کیا تھا۔ اب شادی تھی۔ ساتھ
 تیاری کھل کر کے انتظار میں تھیں کہ کب
 جانے کی تیاری کرتے ہیں۔ وہ بھی تقریباً چار
 بس نرم سے بات کرتی تھی۔
 "بیٹا! آپ اپنے کپڑے وغیرہ رکھ لیں ہم
 جانا ہے۔" تیمور ناشتے سے فارغ ہو چکے تھے۔
 "کیوں پیلا؟" اس نے انہوں پر ہنستے ہوئے پوچھا۔
 فمد کی شادی پر جانا ہے بیٹا!"
 "میں نہیں جاؤں گی۔" ایک عجیب سی بات
 تھی اس کے لیے میں۔ تیمور ٹھنک سے کہنے
 لگیں "کیوں؟"
 "میں میرا موڈ نہیں ہے آپ جائیں۔"
 کرسی وکیل کر کھڑی ہوئی اور اس پہلے کہ
 کچھ پوچھتے وہ تیز چلتی باہر نکل گئی۔ تیمور
 نگاہوں سے ساتھ کی طرف دیکھا اور شرم
 ہو گئے۔
 "چلیں بھئی بات نہیں اس کا موڈ نہیں
 بات نہیں۔" ساتھ نے خود ہی کہہ کر انہیں
 شرمندگی سے بچایا۔

سجہارے میں زیادہ حساس ہو گئے تھے۔
 وہ ستوں رشتہ دانوں نے بہت زور ڈالا کہ وہ سری
 شادی کروا کر وہ نہ مانے۔ عائشہ کے بعد ان کا دل
 بہکوں۔ خلیہ کا تھا۔ نرم ان کی بھرپور محبت اور
 سہارے کے ماننے کے دیوانہ چڑھ رہی تھی۔
 وہ... ہال کی تھی جب تیمور کی ملاقات ایک
 کی شادی میں ساتھ سے ہوئی۔ جان پہچان کے
 ابتدائی مراحل ملے ہونے کے بعد کچھ بھی مشکل نہ
 رہا۔ عائشہ کے بعد ساتھ وہ سری عورت تھی جس نے
 ان کے دل کے تاروں کو چھیڑا تھا۔ یوں لگ رہا تھا وہ
 برسوں کے طویل خواب کے بعد جاگے ہوں۔
 ساتھ یہاں کران کے بڑے سے گھر میں چلی آئیں جو
 شاید ان ہی کے انتظار میں تھا مگر نرم کو پیلا کی وہ سری
 شادی سے بہت بڑے حد سے دوچار کر دیا۔ اسے
 اب بھی یاد تھا کہ ساتھ بیگم کے اس گھر میں آنے اور
 ملک کے بڑے روئے قبضہ کر لینے کے بعد وہ کتنی ہی دن بھر
 رہی تھی۔ اتنی کہ پیلا بھی پریشان ہو گئے تھے۔ اس کا
 جھگڑا ہونے میں آئی نہیں رہا تھا۔
 ساتھ بیگم نے اس کی ماما کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا تھا۔
 بلاذیل سے ہی نرم کے دل میں نفرت جز مضبوط
 کر لی تھی۔ بعد میں ساتھ نے کتنی کوشش کی اس
 کے قریب آنے کے لیے مگر جواباً نرم کی ٹھنڈی سرد
 نگاہیں غصے آزارات انہیں خود۔ سمجھنے میں مجبور
 کر دیتے۔ وہ انہیں قبول نہیں کر سکتی تھی۔ یہ ایک صحیح
 حقیقت تھی۔
 وہ سری طرف یہ چیز بھی روز روشن کی طرح عیاں
 کی کہ تیمور ملک اپنی بی بی کو نوٹ کر چاہتے ہیں۔
 جس روز ساتھ پیلا کے ساتھ اس کی ماما کے گھر آئی
 تھی اس رات اس نے پیلا کو اپنے پاس سے اٹھنے ہی
 نہ دیا تھا اپنے سونے تک۔ جب وہ گہری نیند میں
 گرا تب تیمور اس کے پاس سے اٹھے تھے۔
 اسے واسے دنوں میں ساتھ کے خلاف اس کی
 نفرت بڑھتی گئی۔ ساتھ سے وابستہ ایک ایک شخص

سے نفرت کرتی تھی۔ پہلے وہ ایک وینکشن میں پیلا کی
 منتوں کے بعد ساتھ کے ساتھ ان کے خاندان میں منہ
 ہانک کے چلی گئی تھی مگر تین سال پہلے جب ساتھ کی کزن
 کی شادی تھی تو تب اس نے ایسی کسی بھی تقریب میں
 نہ جانے کا اہل فیصلہ کیا تھا۔ تب پیلا ایک کاروباری
 دور سے کراچی میں تھے اور عین شادی کے دن وہ ہیں
 سے سیدھے ساتھ کی کزن کے گھر پہنچے تھے۔ یہاں
 آکے انہیں نرم کے نہ آنے کا پتا چلا تھا۔
 اور وہ پوچھ پوچھ کے گھر میں چلی گئی تھی۔ نوکروں کے
 ساتھ اکیلے گھر میں رہنا بھی مشکل تھا پیلا نے واپس
 آکے اسے کہا تو کچھ نہیں مگر اس کے اس رویے سے
 پریشان سے تھے تب نرم نے اپنی سب سے عزیز
 فریڈا مانگہ سے اس بارے میں بات کی اور کھل کے
 اپنی نفرت کا اظہار کیا۔ ساتھ بیگم کا تو نام ہی اس نے
 چیلر رکھا ہوا تھا۔

☆ ☆ ☆
 ڈیک خوب اونچی کواڑ میں چل رہا تھا۔ کھلے پٹے
 کے ساتھ ساتھ گپ شپ کا بھی دور چل رہا تھا۔ تینوں
 ملائکہ کے گھر میں جمع تھیں۔ وہ ہنستے خندہ دل میں مل
 بیٹھنے کا موقع نکال رہی تھیں۔ گل بھی وہ مسلسل

خواتین ڈائجسٹ
 کی طرف سے بہنوں کے لیے ایک اور ناول

راہ جنوں
 گلیٹ پیلا

قیمت --- 450/- روپے
 منور کاہ
 مکتبہ عمران ڈائجسٹ
 37- اردو بازار، کراچی۔

یوں ست کاروبار دہری تھی۔ اس کی کل آئی تو نرم سنا
کو بتائے بغیر ڈرائیو کے ساتھ اس کے گھر چلی آئی۔
پھر لاہور اور ٹائیپ بھی آگئیں تو خوب محفل جی۔
"کافے از سو پورنگ پار" لاہور سے منہ بگاڑ کر
ایک نئی بوی اشتہار کی نقل آماری تو ملائکہ نے ہاتھ میں
پکڑا کٹن دور بیٹھے بیٹھے ہی اس کی طرف پھینکا جو مکمل
مدارت سے اس نے بچ کر لیا۔

"کچھ نیا ہونا چاہیے لائف میں۔" یہ ٹائیپ تھی۔
"یار! تم بھی تو کچھ بولو جب سے آئی ہو عجیب سی
شکل بنائی ہوئی ہے۔" ملائکہ نے نرم کو ٹھوکا دیا جو
اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی اپنی ہی سوچوں میں گم تھی ان
سب سے الگ تھلک۔
"ہیں یا راجیب سی ٹیشن ہے سیٹیا سنا بیگم کے
ساتھ شادی پہ چار ہے ہیں۔" اس نے منہ نہ کرتا کیا۔
"تو اس میں اتنا داس ہونے کی کیا بات ہے؟"
"ہیں نہیں جاری ان کے ساتھ۔"

"نہ جاؤ۔" ملائکہ نے نیازی سے بولی۔
"اسٹوپڈ! پھوپھو کے گھر جانے کا میرا موڈ نہیں
ہے۔"

"تو میری طرف آجاؤ میں بھی بہت بور ہو رہی
ہوں لائف میں کوئی قہل کوئی ایڈیٹر نہیں ہے۔ تم
تو تو کچھ پلان کرتے ہیں۔"

"لو کے لو کے۔ میں پلا سے بات کرتی ہوں کہ وہ
ساتھ بیگم کے ساتھ تشریف لے جائیں میں تمہاری
طرف آجاؤں گی۔" ساتھ کے نام پہ خود پہ خود ہی اس
کے لہجے میں نفرت در آئی تھی۔

ساری فریڈز کو اس کی نفرت کا پتا تھا لاہور تو چپ
رہتی تھی مگر ملائکہ اور ٹائیپ بھرے کئی رہتی
تھیں جس کی وجہ سے اس کے دل میں دبے نفرت
کے شعلوں کو ہوا ملتی رہتی۔

بہت نام ہو گیا تھا۔ نرم آنے کا وعدہ کر کے گھر
لوٹ آئی۔ پلا کی گاڑی ڈرائیو سے میں کھڑی تھی جو
اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ گھر میں موجود ہیں۔ وہ آہستہ

آہستہ کمرے میں آئی بس پلا پہلے سے ہی موجود
ہی کا انتظار کر رہے تھے۔

ایک لمحہ کے لیے وہ پریشان سی ہوئی تھی
سنبھل لیا۔

"نرم! آپ اپنی ماما کو تاک کر کیوں نہیں گئی
تو ر کالج بہت لمبہ تھا۔"

"میں انہیں بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔"
"چنانچہ۔" ٹائیپ آواز ابھری۔ زندگی میں پہلی بار
کلمہ تھجی پٹھا تھا۔

وہ کتنے سال سے یہ سب برداشت کر رہے تھے
آج ان کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا۔

نرم یہ اٹھا اور کل پہ نشاں چھوڑ لیا۔
"مما ہیں تمہاری اور تم اب چھوٹی نہیں ہو
نی اسے کی اسٹوڈنٹ ہو یہ ہنس دھری مجھے پسند
اور ہاں اپنی تیاری کر لو شادی پہ جانے کے لیے۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔" مجھے اور دکھ کی شہر
پاؤں جو وہ بول پڑی۔

تو دور ملک چند منٹ اس کے باقی تاثرات
رہے اور پھر کمرے سے نکل گئے۔ آج انہیں
بے پناہ کمزور ہونے کا احساس ہوا تھا۔

نرم ان کی لاٹھی لولادھی ساتھ سے شادی
اس نے بیورو ملک کو بھی نظر انداز کرنا شروع کر دیا
ساتھ جیسی سبھی دار شریک حیات کا ساتھ نہ دیا
جانے کیا کرتے تھے پھر جس طرح آج وہ بتائے تھے
کی طرف گئی اس کا انہیں شدید رنج تھا۔

مار کر اب وہ خود بھی رنجیدہ تھے۔ دل پہ جیسے
مسلل گھونٹے برس رہے تھے۔

نرم کو ہونہ کر کے روٹی رہی آج پلانے
مارا تھا اسے یاد نہیں پڑتا تھا کہ جی اسے پھوپھو
چھڑی سے بھی چھو گیا ہو اور آج پلانے
دروٹی سے اسے ٹھہرا دیا۔ اسے پورا یقین تھا
مٹانے آئیں گے مگر ساری رات گزر گئی
آئے۔

اسے پورا یقین تھا یہ سب کیا دھڑا اس چڑیل ڈائن
میں جیم کا ہے جس کے اشاروں پہ پلا کھ پل کی طرح
چلے جاتے تھے۔

پلے اس کے پلا کو پھینکا پھر اس کی ماما کے گھر
نہ گیا اور اس پلا کو اس پہ ہاتھ اٹھانے پہ مجبور کر دیا۔
"مما! ان سب مجھے چھوڑ کر نہ جاتیں تو پلا! مجھے
یوں نہ مارتے۔" وہ بچوں کی طرح مدہری گئی۔

مما کی توجہ ملک کے ٹکٹ سے پہلے ہی نرم نے پھوپھو
کو فون کر دیا۔ ساری کہانی وہ انہیں سنا چکی تھی اسوہ
لے لینے آچکی تھیں۔ اب تیور کے پاس کچھ کہنے کی
محاکات نہیں رہی تھی خواجہ غصہ کر کے وہ بات
پوچھنا نہیں چاہتے تھے جانتے وقت انہوں نے نرم کو
چارٹ سے لے لیا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ نرم کے دل
کچھ ہوا۔

مگر ساتھ چلتیں تو اچھا تھا مجھے پریشانی نہ ہوتی۔
فرقہ داری مرضی ہے جیسے خوش رہو۔" وہ آہستہ سے
اٹے اور ایک بار پھر اسے سینے سے لگا لیا۔

ساتھ اس کے سر پہ ہاتھ پھیرنا ہوا تو محسوس
کراڑ میں پیچھے ہٹ گئی۔ ساتھ نے ایک بار پھر اس کی
پاکی کو پوری شدت سے محسوس کیا تھا۔

بہت ثروت کو کچھ اطمینان سا تھا کیونکہ بھائی کی
بھری شادی کو انہوں نے بھی پسند نہیں کیا تھا پھر
نرم کا دل بھی سانسے تھا۔

ساتھ بیگم اور پلا کے جانے کے بعد اس کا دل جیسے
مٹا خالی سا ہو گیا تھا پلا پہلے بھی جاتے رہتے تھے مگر
ان جانے کیوں دل بجھ سا گیا تھا۔ ثروت اس کے
نظارے میں تھیں کہ کب وہ تیار ہوتی ہے مگر اس نے
کچھ پوری سوچ لیا تھا۔

پھوپھو! میں ملائکہ کے پاس رکوں گی میں نے
آئی کو فون کر کے کہہ دیا ہے آپ جانا چاہیں تو جاسکتی
ہے۔ ثروت حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی کہ

دیکھتی رہ گئیں۔
"ہو نہ اچھے کیا ہے شک دوست کے پاس رہے
اپنا اچھا بڑا خود سوچ سکتی ہے۔" وہ بیک میں پڑے
رکھتی نرم کو خود دیکھ رہی تھیں۔

دل میں اس کے خلاف غصہ بھرتا جا رہا تھا۔ بھائی
لو رہا بھی کو تو یہ اطمینان تھا کہ وہ پھوپھو کے گھر سے گھر
لائی یعنی دوست کے گھر رہنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ ان
کے خاندان میں بیٹیوں کو اس حد تک آزادی دینے کا
مذاق نہیں تھا۔

نرم کو بھی احساس تھا کہ اس نے پھوپھو کو ناراض
کر دیا ہے سو اس نے اپنا رویہ نرم کر لیا۔
"پھوپھو! میری نہ کوئی بس ہے نہ بھائی! کیسے گھر
میں بات کرنے کو بھی ترس جاتی ہوں ملائکہ بہت
اچھی ہے اگر میری کوئی بس ہوتی تو بالکل ملائکہ جیسی
ہوتی۔ سچی پھوپھو! اس کی فیملی بہت اچھی ہے ایک
دن اس کی طرف رک جاتی ہوں پھر آتا تو آپ کی
طرف ہی ہے۔" اس کی آخری بات پہ ثروت بالکل
موم ہو گئیں۔

"چلو ٹھیک ہے۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلتی
ہوں پھر گھر جاؤں گی۔" ثروت مل گئی تھیں نرم نے
بیشکل اپنی خوشی چھپائی۔

ملائکہ گھر میں آگئی تھی اس کی ماما ایک این جی او
کی مداح رواں تھیں اور ایک سینک میں شریک
تھیں۔ سو ثروت کی ملاقات ان سے نہ ہو سکی۔ گھر
کو دیکھ کر مرعوب سی تھیں اب انہیں نرم کے یہاں
رکنے کوئی اعتراض نہیں تھا۔

لوہر ملائکہ بہت خوش تھی۔ اس نے بیٹھے بیٹھے
کئی پروگرام بھی بنا ڈالے تھے اسی وقت لاہور اور
ٹائیپ کو بھی فون کر کے بلا لیا گیا۔ اب وہ بھی اور ایک
طوفان بد فیضی تھا۔ ٹائیپ بتا رہی تھی کہ آج مارکیٹ
میں شاہنگ کرتے ہوئے ایک لڑکے نے اس کا
موتا کی پھینکے کی کوشش کی مگر اس کے شور مچانے اور

لوگوں کی بروقت مداخلت کی وجہ سے پھر جاگ گیا۔
 ملائکہ پوری دلچسپی سے سن رہی تھی۔
 ”واہ یار ایک آئیڈیا آیا ہے۔“ ثانیہ خاموش ہوئی تو
 دوبرجوش انداز میں بولی۔ ثانیہ نے اسے گھور کر دیکھا۔
 ”کیسا آئیڈیا؟“ نرم اور مہنور نے حیرت سے اسے
 دیکھا۔
 ”اصل میں موبائل چین کرنا بھی ایک طرح
 کا فن ہے۔“ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔
 ”یہ فن نہیں ہے یہ ایک جرم ہے۔“ مہنور بول
 اٹھی۔
 ”دیکھو وہ لڑکا اپنی ضرورت کا مارا ہوگا تب ہی اس
 نے بھری مارکیٹ میں یہ حرکت کی اگر میں یہ کام کرتی
 ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ میں صرف انجوائے منٹ
 کے لیے یہ سب کر رہی ہوں۔ جسٹ فن یار۔ میں
 بہت بور ہو رہی ہوں۔“
 ”تو پھر؟“ ثانیہ نہ سمجھنے والے انداز میں اسے
 دیکھ رہی تھی۔
 ”میں نے بھی پلان کیا ہے کہ کوئی چھوٹا موٹا
 ایڈنخر ہونا چاہیے۔“
 ”کیسا ایڈنخر؟ کس قسم کا؟“ سبہ تینوں اسے دیکھ
 رہی تھیں۔
 ”ہم بھی کسی کو کڈھپ کریں گے۔“ اس نے
 دھماکہ کیا۔
 اگرچہ ثانیہ اور مہنور اس کے تاثرات سے پوری
 طرح کسی غیر متوقع ہلکا اندازہ لگا چکی تھیں مگر یہ
 کہے کی ان کے وہ ہموں میں نہیں تھا۔
 ”تم ہوش میں ہو۔“ مہنور جھٹکے سے اٹھ کھڑی
 ہوئی۔
 ”مائی ڈیئر! میں ہوش میں ہوں تب ہی کہہ رہی
 ہوں۔ جسٹ۔“ قادر انجوائے منٹ یار تم میں ابھی تک
 رانی لڑکیوں کی مدح کھس کر بیٹھی ہوئی ہے۔ پارا ہم
 گون سا جرم کر رہے ہیں۔ ہم تھوڑی دیر کے لیے کسی
 کو پکڑ کر لائیں گے پھر چند گھنٹے بعد چھوڑ دیں گے۔“
 ملائکہ یوں بول رہی تھی جیسے کوئی پتک کا پروگرام

میں کر رہی ہو۔
 ”یہ بہت خطرناک کام ہے۔“ مہنور نے سب سے
 پہلے زبان کھولی۔
 ”سب یار! کوئی خطرناک کام نہیں ہے۔“
 کر کے کریں گے۔ دیکھنا کتنا مزہ آئے گا یہ مدت ہمیں
 خاتمہ ہو گا۔“ ملائکہ نے جھکی بھائی۔
 ”تم لوگ فکر نہ کرو۔ سارا ریسک میں ہوں گی۔
 ہماری انگلی خالی ہے۔“ اس اور مہنور نے رکھیں گے جس
 کڈھپ کریں گے۔“ وہ انہی لاپرواہی سے کہہ رہی
 تھی۔
 اب وہ تینوں بھی اسے کچھ سمجھ متفق ہو گئی تھیں۔
 ملائکہ کا ارادہ تھا اپنے فریڈ ارمین کو بھی اس منصوبے
 میں شریک کرے گی مگر ثانیہ سمیت ان دونوں نے
 بھی اس کی بھرپور مخالفت کی تھی۔
 ”جائیں کیا بات تھی۔ نرم کو تو اس کا فریڈ ایک
 آگہ نہیں بھاتا تھا۔ مہنور کا تو تین سال پہلے ہی اپنے
 کزن سے نکاح ہو چکا تھا جبکہ ثانیہ بھی لکھنؤ کی
 ملائکہ بھی ارمین میں انٹرنل تھی صرف نرم کی
 تھی۔ رشتے تو اس کے بھی آ رہے تھے مگر یہ وہ تو
 تک کوئی بھی دل سے نہیں بھلیا تھا پھر نرم کی
 بھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے اس معاملے میں
 خاموش ہی تھے۔
 ارمین بھانے بھانے سے ان کے ڈپارٹمنٹ میں
 آتا جا رہا تھا۔
 ”نہیں کو تو وہ ملائکہ کا خاص الیمنٹ ہے۔“
 کی نظروں جس طرح نرم کا طوفاں کرتی تھیں وہ
 ہی اندر جزیب ہو جاتی تھی۔ لے لے لے لے لے لے لے
 اسے بالکل پسند نہیں تھا جانے ملائکہ کیوں کر جو
 تھی۔

میں جاں نسیب اور مہنور کا بھی تھا۔ ملائکہ نے ایڈنخر
 پور فن کے نام پر لمبی چوڑی تقریر کی تھی ان کے جو
 سب سے اعتراف تھے وہ بھی ختم ہو گئے تھے۔
 ملائکہ نے پورا پروگرام سیٹ کر لیا تھا لپا کا ہنسل
 ان کے بندہ روم میں سائیڈ ٹیبل کی درواز میں رہتا تھا۔
 اسے چاہا بھی آتا تھا اور اس میں گولیاں بھی موجود
 تھیں۔ اس لیے ہی چیک کر کے دیکھ چکی تھی۔ مہنور
 اسے چار تھی۔



نرم کو ملائکہ کے بندہ روم میں کافی دیر کے بعد نیند
 آئی تھی کیونکہ اجنبی بستر تھا۔ کرنیں بدل بدل کے
 بے حال ہوئی وہ جانے کب سوئی۔ ملائکہ فیرس پہ
 کھڑی سیل فون پر ارمین سے بات کر رہی تھی۔ گلاس
 ڈور سے وہ گتھی بار اندر دیکھ چکی تھی جب نرم سو گئی تو
 اسے اطمینان سا ہوا۔ اس نے ارمین کو بھی اپنے
 منصوبے کے بارے میں آگاہ کر دیا۔
 اگرچہ وہ تینوں اسے منع کر چکی تھیں کہ ارمین کو نہ
 بتا کر ارمین کو بتائے بغیر اس کا کھانا کھیں ہنرم ہونا
 تھا۔

”نذر فل آئیڈیا ملائکہ! ارمین کے لیے سے
 یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اسے اپنی خوشی سنبھالنی چاہی
 تھی۔
 ”میں تمہیں بتاؤں گا کہ کس کو کڈھپ کرنا ہے۔“
 اس کا لبہ معنی خیز تھا۔ نہ جانے کیوں ملائکہ کو اچھا
 نہیں لگا اس کا یوں دلچسپی لینے وہ بڑھ بڑھ کے بول رہا
 تھا مشورے سے رہتا تھا۔
 ”چپ چپ سی تھی اس کے استفسار پر ہوں ہوں
 کر رہی۔“



پہلی دس کی اس ڈپٹی سڑک پر سلیمان کی گاڑی
 چلتے چلتے اچانک ایک جھٹکے کر لڑائی اور مزید کچھ
 لگے جا کر رک گئی۔ وہ دروازہ کھول کر اتر آیا۔ پونٹ
 لگا کر وہ پرندوں سے چیمڑ چھاڑ کر رہا مگر گاڑی

اشارت نہ ہوئی۔ اسے اس شہر میں آئے پانچواں روز
 تھا۔
 کسی سے اتنی خاص واقفیت نہیں تھی سوائے ولید
 درانی کے۔ اور وہ اسی سے ملنے جا رہا تھا کہ گاڑی
 خراب ہو گئی۔ اس سڑک پر اتار دیا نہیں ہوتا تھا۔
 بہت کم گاڑیاں گزر رہی تھیں اور جو گزر رہی تھیں ان
 میں بھیے افراد نے ایک لمحے کے لیے بھی رک کر اس
 سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں گوارا نہیں کی تھی۔
 سلیمان نے گاڑی کا دروازہ لاک کیا اور بل درخواست سیل
 نکالا اور ولید کو کال کرنے کا ارادہ کیا۔ مین اسی وقت وہ
 گاڑی آگے جاتے وہ پارہ پیچھے مڑی اور پھر اس کے
 بالکل قریب رکی۔

سلیمان نے سیل جیب میں ڈال لیا ڈرائیونگ سیٹ
 پر اچھلتا اس طرح درسی حسینہ نے شیشے پیچھے آکر۔
 ”آپ کو لفت چاہیے؟“ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ
 انکار کرتا مگر اس وقت شام کے سائے کب کے
 ڈھل چکے تھے اور خفگی میں اضافہ بھی ہو گیا تھا پھر نہ
 جانے کتنی دیر اسے اور پیدل مارچ کرنا پڑا۔
 کسی سیکنک یا ولید کا یہاں آتا بھی ضروری تھا
 تاکہ گاڑی کو پابند کر گیراج لے جلا جاسکے سو اس
 نے لفت کی آفر قبول کر لی۔ اس لڑکی نے اس کے
 چہرے پر رضامندی کا اشارہ پاتے ہی ڈرائیونگ سیٹ
 کے ساتھ والادروانہ کھول دیا۔

بیٹھنے کے بعد سلیمان نے دیکھا پیچھے سیٹ پر تین
 لور لڑکیاں بھی بیٹھی ہیں۔ اس نے انہی کی نگاہ ڈالی۔
 لوہر اس کے بیٹھنے ہی خاموشی چھا گئی تھی۔
 ”لنکے آپ یہاں نہیں رہتے؟“

”جی ہاں۔ آپ کا اندازہ بالکل درست ہے میں
 دوست کی طرف جا رہا تھا کہ میری گاڑی خراب ہو گئی۔
 خرابی میری سمجھ میں نہیں آئی تو میں لاک کر کے چل
 پڑا۔“

”جس جگہ آپ کی گاڑی خراب ہوئی گودھڑنک
 اتنی نہیں ہوئی پھر حالات کی وجہ سے لفت بھی نہیں
 ملتی۔“ اس کے ساتھ بیٹھی لڑکی نے تفصیل سے بتایا۔

”آپ کو کہاں جانا ہے؟“ گاڑی میں چھائی خاموشی کو اس حسرت کی آواز نے توڑا۔

پلی ٹین لڑکیوں نے ابھی تک ریان نہیں کھولی تھی۔

ایک کچی سڑک پہ گاڑی رُک گئی۔ سڑک کے دونوں اطراف درخت تھے۔

”آپ ذرا نیچے اتریں۔“ ڈرائیور کے لیے اس کاہل چاہاک وہ یہ بات نہ مانے۔ کچھ سوچ کر چپ چاپ اس کی ہدایات پر عمل کیا۔

”آپ دونوں بازو اوپر اٹھاؤ زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش نہیں منگی پڑے گی۔ پیچھے بیٹھو تم اور ٹائیپ“

تم آگے آؤ ڈرائیور تک تم کو کی میں پیچھے بیٹھوں گی۔“ اس حسرت نے باری باری سلیمان اور ٹائیپ سے کہا۔

اس کے ہاتھ میں جدید طرز کا منسلک ریو اور تھا جو اس نے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ صاف پتلا چل رہا تھا کہ یہ ریو اور اس کے زیادہ استعمال میں نہیں ہے پھر اندرونی جھان اور اضطراب کی وجہ سے اس کے پورے وجود پر لرزش طاری تھی۔ سلیمان پہ من و عن عمل کرنے پہ مجتہد غالب آگیا تھا اور نہ فطری طور پر وہ بے خوف اور غرور تھا۔

”پہلو اس کی آنکھوں پہ ٹی پاندھو۔“ پستول بردار حسرت نے سلیمان کے ساتھ بیٹھی دوسری لڑکی کو حکم دیا۔

لڑکی دھلن بیان اور تازک سی تھی ٹررے ہاتھوں سے موٹا کپڑا اس کی آنکھوں پہ باندھ دیا۔ اس کے ہاتھوں کی ایک ایک حرکت ظاہر کر رہی تھی کہ اس کام میں اسے کافی مشکل پیش آرہی ہے۔

بیچس منٹ کی ڈرائیور تک کے بعد گاڑی رُک گئی۔ گیت کھولنے کی گواز تکی پھر گاڑی دوبارہ حرکت میں آئی۔

”میں تمہاری آنکھوں پہ سے ٹی پٹا رہی ہوں“ لیکن جلدی قدم پھلکا۔ ”ساتھ ہی ملائکہ نے ٹائیپ کو پٹی کھولنے کا اشارہ کیا۔

اس نے جلدی جلدی کھولی تب ملائکہ نے سلیمان کو شوکارہ دیکھنے آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ اس کے پیچھے وہ چاروں تھیں۔ اسے اپنی کسی میں سے کھینچا۔

”نہیم! جاؤ میرے بندے روم سے رتی لے کر آئیں“ لڑکی کے نیچے رکھی تھی۔ ”تب سلیمان کو اس سے ایک لڑکی کا کام پتا چلا اور اس نے اپنی یادداشت میں محفوظ کر لیا۔

نہیم رسی لے کر واپس آئی تو سلیمان نے اسے لے کر کھانچا منٹ بعد وہ پوری طرح بے بس تھا۔ ملائکہ اب پوری طرح پرسکون ہو چکی تھی۔

ملاؤ اور ٹائیپ جا چکی تھیں۔

”میں تو اب نہیں آؤں گی“ اس اندویش میں اس نے اپنے کارڈ سے آگے کیا تو اس کی نگاہوں میں کچھ سی آگئی۔ اتفاق سے وہ بھی کی سوچ رہی تھی۔

”ملائکہ کچھ کے کی نہیں؟“ اس نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

”نہیں اور یہ سب نہیں کر سکتی ڈرائیور اگر ہمارے گھر والوں کو خبر ہو گئی تو کیا ہو گا؟ یہ چھوٹی سی بات ہے ہماری پوری لائف سرب ہو جائے گی۔“

مریض ہے میں تو کل مری جاری ہوں کڑوڑے ساتھ۔“ اس کا ارادہ اعلیٰ تھا۔ ساتھ ہی ٹائیپ جو صدمہ مل چکا تھا۔

”ملاؤ! میں تمہارے ساتھ ہوں“ ماما سے ہوں کہ آپ کی طرف جاتا ہے مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔“

”میں خود بہت پریشان ہوں۔ ملائکہ کو دیکھ کر آرام سے سب کچھ مگر لیا۔ ریو اور کو بھی کھینچا۔

”پکڑا ہوا تھا مجھے تو نہیم کی فکر ہے“ انہیں بھی لومر نہیں ہیں میں سمجھاؤں گی تو وہ بے بسی تھی۔

”ملاؤ کو اب نہیم کی طرف سے پریشانی نہیں۔“

”نہیم ٹھیک کہہ رہی ہو نہیم حد سے زیادہ یہ خوف ہے۔ مجھے ملائکہ کا بھی بھروسہ نہیں“ اگر اس نے لڑکی کا بھی جانا تو پھر یہ اندویش نہیں رہے گا کچھ اور ہی نہ ہو گا۔“

”نہیں نہ ہم انکل کو سب بتا دیں یا پھر ملائکہ کی ماما کو فون کرتے ہیں۔“ ٹائیپ کے کہنے میں فکر مندی تھی۔

”ارے نہیں میں تو یہ نہیں کروں گی۔“ ملاؤ صاف دامن چھوڑ گئی۔ کیونکہ اس صورت میں ملائکہ ان کو بھی کھینچ لیتی پھر آگے جو ہو تا تو اس کا تصور ہی اس کے لیے محال تھا۔

سو بہتر کی تھا کہ خاموشی سے اس معاملے سے الگ ہو جائے۔

سلیمان ابھی تک کسی نتیجے نہیں پہنچ پایا تھا کہ اسے کیوں یہاں لایا گیا ہے۔ ابھی تک پستول بردار حسرت نے کچھ نہیں بتایا تھا۔ صرف وہ دونوں تھے۔

سلیمان آنکھیں بند ہونے کے باوجود اس کی نگاہوں کے ارتکاز کو محسوس کر چکا تھا۔ احساس ہوتے ہی دلی جلائی مسکراہٹ اس کے لبوں آگئی۔

اپنے لباس اور رکھ رکھاؤ سے بھی وہ بہت شائستہ اور اچھے خاندان کا نظر آ رہا تھا۔ بیروں میں قیمتی جوتے کلائی پہ بندھی ریشٹ داغ اور بیٹھنے کا انداز کسی طور بھی عام سائیس تھا۔ اور سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ابھی تک وہ خوفزدہ نہیں ہوا تھا۔ مگر ملائکہ کی مٹی شکل میں یہ بات نہیں سانسکی تھی۔

نہیم کھانا لے کر آئی تھی۔ اس صورت حال میں انکس کو بھی مگر چند لمحوں کے لیے سلیمان نے ضرور دیکھا۔

”سب رات کو کیا ہو گا؟“ ملائکہ پہلی بار پریشان نظر آئی۔ نہیم سے بات کرنا ہی فضول تھا۔ وہ کب سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتی تھی نہ مشورہ دیتی تھی۔ ایسے مگر ملائکہ کو پھر ارباب کا خیال آیا۔

”پریشان ہو رہی تھی کہ خودی اس کی کل آگئی۔“ نہیم مجھ سے گھر پہ ملنے آسکتے ہو؟“ وہ سلام دعا کے بغیر جلدی جلدی بول رہی تھی۔

”ہاں ابھی۔“

”کیوں کیا بات ہے؟“

”میں بہت پریشان ہوں۔“

”کیوں؟“

”ارباب! میں نے ایک بندے کو کٹھ فیپ کر لیا ہے۔“ اسے اب نہیم کا خیال بھی نہیں رہا تھا جس نے کہا تھا کہ ارباب کو نہ بتانا۔

سلیمان پورے جی جان سے اب ملائکہ کی طرف متوجہ تھا۔

”کیا کہہ رہے ہو؟“ انہوں نے ملائکہ تقریباً“ چیخ پڑی اور پھر بات کرتے کرتے کمرے سے ہی نکل گئی۔

نہیم ہڑبکا کر اپنے خیالوں سے باہر آئی۔ کھانے کی ٹرے ابھی تک وہیں پڑی تھی۔ کھانے کے وقت سلیمان کے ہاتھ کھول دیے گئے تھے جو ابھی تک کھلے ہوئے تھے۔ ارباب سے بات کرتے ہوئے ملائکہ کو اس بات کا حیران ہی نہیں رہا۔

”ہمیں انداز میں سلیمان نے اس لاپرواہی کا فائدہ اٹھایا۔ اور یا آسانی پاؤں آزاد کر لیے۔ اب صرف نہیم تھی جبکہ ماسٹر مائنڈ باہر تھی۔ سلیمان اب اور تاخیر نہیں کر سکتا تھا۔ رسی الگ کر کے جو نمی کھڑا ہوا نہیم کے لبوں سے بے ساختہ چیخ نکلی“ اس سے پہلے کہ وہ سب کو متوجہ کرے“ سلیمان اس تک پہنچ چکا تھا۔ اپنا مضبوط ہاتھ اس نے جو نمی نہیم کے لبوں پر رکھا۔

دہری ہو گئی۔

خوف کی شدت سے وہ اپنے حواس میں نہیں رہی تھی۔ سلیمان اسے تھوڑ کر محکمہ قدموں سے باہر نکلا تو یہیں اسی وقت لائٹ جل گئی۔ یہ ایک اور مصیبت تھی۔ بجائے قدموں کی آواز اسی طرف آرہی تھی۔ وہ دوا پہ چڑھا اور چند ہی لمحوں میں دھبا ہر تھا۔

اندھیرے کے باوجود گھروں کے سائے واضح تھے

اور اندازہ ہو رہا تھا میں کے نہیں متول طبقے سے
تعلق رکھتے ہیں۔ دس پندرہ منٹ میں مختلف سڑکیں
اور گلیاں مڑنے کے بعد وہ کلنی اور نگل آیا تھا پھر ابھی
تک کسی ٹیکسی کا نشان نظر نہیں آیا تھا۔ اس کا سیل
فون بھی اس لڑکی نے لے لیا تھا ورنہ وہ فون کر کے کسی
دوست کو کہہ دیتا۔
کچھ دور چلنے کے بعد اسے اسٹریٹ لائٹس جلتی نظر
آئیں۔ آگے میں دو نظر آ رہی تھیں۔ اس نے ریسٹ
واچ دیکھی سناڑھے دس بج چکے تھے۔ اسے روپ
کھڑے ٹھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ ٹیکسی مل گئی۔ اس
نے ایڈریس سمجھایا۔

”آئی کانٹ بلوائٹ سلیمان۔“ ولید کے چہرے پر
ابھی تک بے یقینی تھی۔
”تم یقین کرو یا نہ کرو میرے ساتھ ایسا ہو چکا ہے
اور ابھی اس بات کو چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزرے
ہیں۔“ سلیمان کا لہجہ ٹھوس تھا۔
کل سے اس نے اس پہلو پر بہت سوچا تھا اور پھر
آج ولید سے بہت کی تھی۔

”میں جب لاہور میں پوسٹڈ تھا تو اس وقت میرے
پاس ایک اسے ملتا جلتا کپڑا تھا مگر جو تم بتا رہے ہو
چار لڑکیاں، وہ تو یار۔“ وہ ایک بار پھر حیرت سے
اسے دیکھ رہا تھا۔
”ولید! میں ان لڑکیوں کو چھوٹوں کا نہیں۔“
سلیمان کا چہرہ اٹل ارادے کی خبر دے رہا تھا۔
”وہ دونوں میٹرک سے کلاس فیلو چلے آ رہے تھے۔
وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دونوں کی دوستی بھی گہری
ہوئی تھی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد دونوں نے ہی
پولیس ڈپارٹمنٹ جوائن کیا تھا۔ سلیمان اسٹیشن برانچ
میں آکھڑا تھا اور میں اس کا ٹرانسفر ہوتے ہی یہ واقعہ
بھی ہو گیا۔

لڑکیاں اپنے لباس و انداز بدل چال سے لوہے
گھرانے کی ہمدرد نظر آ رہی تھیں۔ ان میں سے جوان

کی سرخسہ تھی بہت بے خوف تھی جبکہ باقی تھیں
نیاز سی تھیں جیسے انہیں کسی بات کی بھی خبر نہ ہو کہ
کیا کرنے جا رہی ہیں۔ اور اس کا کیا نتیجہ نکل سکتا
”تم کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟“
اس کے چہرے کے اثرات سے اندازہ لگا چکا تھا۔
”ہاں۔“ اس نے بتا کر ابھرا۔ ”وہ ساتھ تو مجھے
چل چکا ہے، جہاں مجھے لے جایا گیا تھا۔ ان کے ساتھ
یعنی طور۔ ایک لڑکا بھی ہے۔ ایک آئینڈیشل پروفیسر
ہے۔“ جراثیم کی ابتدا ایسے ہی ہوئی ہے جن لوگوں کو
کرتے ہوئے یا کرنے کے بعد کچھ کا خوف نہیں ہو سکتا
وہ عام لوگوں سے زیادہ خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔
ان لڑکیوں کے دماغ میں میں نے صاف طور پر
بات محسوس کی ہے۔ انہیں کو میرا خون کھول جانے
جب میں صنف نازک کو اس قسم کی حرکتیں کرتا
دیکھتا ہوں۔ اس لڑکی نے پستول تمام رکھا تھا اور اسے
اس بات کا ذہن بھر خوف نہیں تھا کہ اس کی بڑائی
اعتدالی سے گولی چل سکتی ہے۔ وہ اپنے سامنے
کر کے بتا رہی تھی اور تھوکان کا لفظ بھی اس
استعمال کیا تھا۔ میں اور باتیں نہیں سن سکا تھا
باہر چلی گئی تھی۔“

ولید غور سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔
”تو یہ ہے کہ کل کہ اسٹیشن برانچ کے آفیسر
خود لڑکیوں نے دن دہائے گن پوائنٹ
کر لیا۔“ ولید نے قصداً شوخ انداز میں
ماحول پر چھائی عجیب گی کم ہو سکے۔ سلیمان نے
رکھا پھر وٹ اٹھایا، ”مرہ اور وہ بھانپ کر
ہو گیا۔“
”کاش! ہمیں بھی کوئی ایسے کڈنپ کرے
کہوں اے حسینو! مجھے آواز نہ کر دینی زلفوں کی
میں رہنے دو۔“ ولید پوری طرح فارم میں
سر جھٹک کر آگے بڑھنے لگا۔

”ارمان اب کیا ہو گا؟“ میں بہت پریشان
ہوں۔

”لوں ہاتھ مسلح وہ بہت خطرناک سی لگ رہی تھی۔
”کچھ نہیں ہوتا، ڈیر پیکس۔ اس ڈفرن نے شکر کیا
ہو گا۔“ اور نہ میں تو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا گھر آتی
مری کو میں حلال کرنے کا قائل ہوں۔“ وہ اس کے
مٹے سینا اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا جیسے
اس کی۔ ہار کو بڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔
”یہ طلب نہیں سمجھی نہیں۔“

”تم نے شروع میں مجھے ساتھ نہ رکھ کر یہ قوی کی
اگر مجھے پسے ہی شریک کر لیتیں تو میں تمہیں بہت کام
کی باتیں بتاتا اور تم نے جو انجوائے منٹ کے لیے کیا
اس سے فائدہ اٹھانے کا کر بتانا، تم بہت افسوس کی
بات ہے تم نے تو مجھے ہوا بھی نہ لگنے دی۔“
”ارمان! اصل میں میری فریڈز نے مجھے منع کیا تھا
کہ تمہیں انڈارم نہ کروں، خاص طور پر نرم تو بہت
چلتی ہے۔“ اسے۔ ”آج پریشانی میں نہ بتانے والی بات
میں اس کے منہ سے پھسل گئی تھی۔ ارمان نے سن کر
لٹھری ساٹس بھری۔

”پلو کوئی بات نہیں وہ چلتی ہے تو۔ تم تو نہیں
چلتے۔“ اسے۔ ”اب تو میں کچھ اور ہی سوچ رہا ہوں۔“ وہ
”مٹی خیر لہجہ میں بولا۔
”لانکھ سوال۔“ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔
”تم پہلے مجھے بتا دیتیں تو میں تمہیں ان کے پیاس لاکھ
لانکھوں سے سب تمہارے ہوتے۔“

”بالکل ابھی ہم چرٹس۔“ فہم کرتے ہیں
”طلب ہمیں ذرا ضرورت ہے۔“ مٹی ڈیڈی کے
سامنے ہاتھ پھیلا رہا ہے۔ ”اگر ایسا نہ ہو تو سوچو کیا ہو؟“
”میں ان سے مانگتا نہ پڑے، امارا اپنا بینک اکاؤنٹ
”بینک اکاؤنٹ تو اب بھی ہے۔“ لانکھ نے فوراً
میں کی بات کالی۔

”تو انٹ ہے ڈیر! ہم اپنی مرضی سے زیادہ رقم
میں نکل سکتے۔“ اگر تم ٹھوڑی مدت کو تو پھر
لانکھ منٹ کی انجوائے منٹ اور پیسے کا پیسہ۔“

ارمان نے جتنی بھائی۔
”ارمان! اس میں بہت ریسک ہے۔“
”میں ہوں نا تمہارے ساتھ اب اپنی فریڈز کو کچھ
نہ بتانا، بس ہم دونوں ٹھیک ہیں۔“ فہم اس بار کتنا مزہ
آئے گا ہم پوری بلا ٹھیک سے سب کچھ کریں گے۔“
”ارمان! اگر کچھ ہو گیا تو۔“
”اب بھی دس سو سو کا شکار تھی۔

جب سے وہ نوجوان نرم کو بے ہوش کر کے اس
کے قبضے سے بھاگا تھا تب سے وہ کچھ معنوں میں خوفزدہ
تھی۔ اسے ہر وقت یہی دھڑکانا رہتا کہ جیسے سب کو پتا
چل جائے گا اور وہ نوجوان کہیں اچانک اس کے سامنے
آجائے گا۔ مگر آج ارمان سے بات کر کے دھڑکا نہیں
ہوئی تھی۔

اس واقعے کو چار روز گزر چکے تھے اور کچھ بھی نہیں
ہوا تھا تب لانکھ کے ساتھ نرم بھی پر سکون ہوئی۔
کیونکہ وہ ان کی شکلوں کے ساتھ ساتھ ہم سے بھی
واقف تھا۔ لانکھ نے کئی بار اس کے سامنے نرم کو
اس کا کام لے کر پکارا تھا۔ جب لاہور اور ٹائیپ کے
سامنے نرم نے کل کر اپنے خوف کا اظہار کیا تو انہوں
نے شکر کا کلمہ بڑھا کہ وہ ہر وقت اس معاملے سے جان
چھڑا کر الگ ہو گئی تھیں۔ اسی وجہ سے لانکھ کا رویہ
ان دونوں کے ساتھ بہت خراب تھا جسے لاہور نے
شدت سے محسوس کیا تھا۔

”لانکھ بہت بدل گئی ہے۔ پہلے ہی بات نہیں ہے
اس میں۔ اور پھر ارمان کے ساتھ اس کی دوستی کے
پورے ڈپارٹمنٹ میں چرچے ہیں۔“ اس نے حتی
لامکان نرم کے سامنے نرم لفظوں کا چٹو کیا تھا
کیونکہ نرم ہلانکھ کے بہت قریب تھی۔

”ارمان! مجھے بھی پسند نہیں ہے پتا نہیں لانکھ
نے اس میں کیا دکھا ہے جو مری جا رہی ہے۔“ خلاف
توقع وہ تنگ کر رہی تو لاہور نے کچھ جاتی لگا ہوں سے
چانیہ کی طرف دیکھا۔

"مجھے لگتا ہے اس میں جو بھی تبدیلیاں آئی ہیں سب ارمان دوستی کی مرہونِ منت ہیں۔ ورنہ اس نے اتنا جو خطرناک کام کیا ہے وہ کم سے کم میں نہیں کر سکتی۔" کانہیہ نے بے اختیار کانوں کو ہاتھ لگا لگا۔

"میں بے شک نہیں کر سکتی مگر اس ایڈیٹر میں شریک رہی ہوں اسے انکار کونسی؟"

"شریک تو تم بھی رہی ہو۔" کانہیہ نرم کے وارپہ تھلا گئی۔

"ہاں تم ٹھیک کہتی ہو واقعی میں شریک رہی ہوں اور میرا نام بھی ملا تھا۔" اس کے سامنے لیا اگر لیا کو پتا چل گیا تو۔" نرم نے دونوں ہاتھوں سے سر خٹام لیا۔

"کچھ نہیں ہوتا تم پریشان نہ ہو۔" ملو نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ اس کو دیکھ کر رہ گئی۔



ساتھ جب سے شادی سے واپس آئی تھیں لوٹ کر رہی تھیں کہ نرم بہت سنبھل گئی تھی۔ تھوڑے دنوں میں اس بات کو لوٹ کیا تھا۔ وہ انتظار کر رہی تھی کہ شاید وہ خود ہی بتا دے۔ مگر معاملہ اس کی طرف خاموشی تھی۔ تیمور صاحب نے اسے اس کی ناراضی پہ محمول کیا تھا۔

وہ بیڈ پہ سیدھی لیٹی چھت کو مگھور رہی تھی جب ساتھ بیٹھنے لے روانہ کھول کر اندر قدم رکھا۔ آہستہ پہ نرم سیدھی ہوئی اور پھر سامنے ساتھ کو پا کر سدا کا تنفر اس کے چہرے پہ بھی ابھر آیا۔

"جی کیا بات ہے؟" وہ اٹھ بیٹھی۔ ساتھ بے چاری کھسا گئیں۔

"مگر بند کر کے کیوں بیٹھی ہو باہر کو تمہارے پیلا بھی پوچھ رہے ہیں کہ چھٹی کا دن ہے اور تم ابھی تک کمرے سے نہیں نکلیں۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم پریشان سی ہو۔"

ساتھ کے لیے میں اپنا ہیٹ ہی اپنا ہیٹ تھی جو نرم کو سراسر اس کی مکاری محسوس ہوئی۔

"تب کو میری فکر میں دھلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے اور اگر کبھی ہوئی بھی ہے تو میں بتاؤں گی کیونکہ میں اپنے آپ کو خودی نہیں کرتی ہوں۔ آپ زیادہ اچھی بننے کی کوشش نہ کریں اس کو شش سے آپ بے شک پلا کو حجاز کر سکتی ہیں مگر مجھے نہیں۔ اب آپ میرے کمرے سے تشریف لے جائیں۔"

اس کے ایک ایک لفظ سے زہر ٹپک رہا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے سیل فون کے ساتھ مصروف ہو گئی۔ اس بات کا اشارہ تھا کہ اب وہ جا سکتی ہیں۔ واپس اس کے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے۔ آہستہ ہوئے بیٹھ کی طرف جن کا دل خوش گمانوں سے مگھرا ہوا تھا مگر جاتے ہوئے یوں لگ رہا تھا کہ وہ اپنا سدا اچھا ہار آئی ہیں۔

تیمور صاحب کے سامنے جاتی ہی انہوں نے تھوڑے مسکراہٹ سجالی۔ وہ اخبار پڑھ رہے تھے۔ چھٹی دن ان کی کوشش ہوئی تھی کہ گھر پہنچی نہ ہو۔ وقت گزاریں اگر نرم کامیاب ہو تا تو وہ ساتھ بیٹھنے کے ساتھ باہر ہی ڈنر کرتے تھے۔ آج بھی ان کا کمرہ ہی پورا گرم تھا۔

ساتھ بیٹھ کے جانے کے بعد نرم بیڈ سے اتر کر سامنے ڈرائنگ نیل کے آئینے میں اس کا سر لپاوا تھا۔ واقعی وہ شکل سے ہی پریشان لگ رہی تھی۔

"مجھے کوئی بھی ایسا تاثر نہیں دینا چاہیے جو میری میری طرف سے مشکوک کر دے۔" اس نے اپنے من دیکھتے ہوئے خود کو بلور کر لیا اور کمرے کے باہر پرش کیا۔ پھر کپڑے تبدیل کیے۔

مطمئن ہو کر وہ لاؤنج میں آگئی۔

"آٹھ گئی ہو بیٹا! خیر سے۔" تیمور صاحب خوش سے مسکرائے تو نرم کو بے حد شرمندگی ہوئی۔

"جی پیلا!"

"آج باہر ڈنر کرنے کے بارے میں کیا خیال ساتھ آپ کی پسند کی آٹس کریم بھی ہوگی۔"

"جو آپ کی مرضی پیلا!" خلاف توقع وہ آواز

مل گئی۔

"آپ انوں شام کو تیار رہنا!"

"نیک ہے پیلا!" وہ اس وقت بہت فریادوار لگ رہی تھی۔

تیمور صاحب خوش ہو گئے کیونکہ وہ بہت کم ان کے ساتھ جاتی تھی اسی وقت جب ساتھ بھی ان کے ساتھ نہیں جاتی۔

نہ تو نرم نے آج تک ساتھ کے بارے میں کبھی کوئی شکایت کی تھی نہ ہی ساتھ نے کبھی کچھ کہا تھا مگر اس کے باوجود وہ انہیں اور کھن رکھتے تھے نرم کا سر دنگ لا رہا تھا۔ انہیں دیکھ رہا تھا۔ شام کو وہ اپنی پسند کے کپڑے پہن کر تیار بھی ہو گئی تھی۔

وہ خوش نظر آنے کی پوری کوشش کر رہی تھی مگر اس کے باوجود لگ رہا تھا کہ اس میں کوئی تبدیلی ہی آگئی ہے۔ تیمور ملک کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ خوش ہے اور ان کے ساتھ آگئی ہے۔



سراشم کی کا اس نے کہہ نکلی تو ملائکہ باہر ہی کھڑی تھی۔

"تم نے کلاس کیوں نہیں لی؟" نرم نے انتظار کیا۔

"میں دل نہیں چاہ رہا تھا۔" وہ بے نیازی سے بولی۔

"نہیں ہاں ہے اگر ان میں کم وقت رہ گیا ہے۔"

نرم نے اسے یاد دلانے کی کوشش کی۔

"گھر سے پڑھ لوں گی۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔

نرم چپ ہو گئی۔

ملو اور کانہیہ دونوں غیر محسوس انداز میں ملائکہ کے پاس بیٹھ رہے تھے۔

"جیو پیلا!" اس نے بھی پروا کی گئی تھی اسے کون سا دوستوں کی کی تھی پھر نرم نے

ارمان نے کہا تھا کہ نرم کے غور کے پاس کافی ہے جو ہمارے کام آسکتی ہے۔ اس نے تو یہ بھی

کہا تھا کہ نرم کو بھی اپنے منصوبے میں شریک کرتے

ہیں۔ مگر وہ چپ ہو گئی تھی۔ کیونکہ اسے نہیں لگتا تھا کہ وہ ان دونوں کا ساتھ دے سکے گی۔ مگر ارمان کی تیور انکل کی اسٹوڈنٹ پوزیشن والی بات اس کے دل کو لگی تھی۔

انہیں بات کرتے ہوئے چند منٹ ہی گزرے تھے کہ ارمان بھی ملائکہ کو ڈھونڈتے ان کے ڈپارٹمنٹ چلا آیا۔

"لو ہو تو نرم صاحبہ بھی یہاں ہیں۔" صاف لگ رہا تھا کہ اس کی حیرت مصنوعی ہے۔

"کیسی ہیں آپ؟" وہ بالوں میں ہاتھ بھرتے ہوئے بولا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" اس کا لہجہ بے تاثر تھا۔

ارمان کی موجودگی میں وہ پرسکون نہیں رہ سکتی تھی۔

جلنے لگا بات تھی۔ اور حیرت ملائکہ کی لا پرواہی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے نرم کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے سیاہ اسکارف میں لپٹے بیل بیل نشانوں پر پڑاؤ پڑنے والے جوتوں میں مقید پاؤں سب ہی گویا کسی ہمید بھری کمانی کا پتا دیتے تھے۔ اسے بے حجاب حسن پسند تھا۔ مگر نرم کا کترایا احتیاط بھرا رویہ جانے کیوں اسے کچھ سوچے چلے جانے۔ مجبور کرنا تھا۔

"نرم! آج ارمان کی برتھ ڈے ہے میرے ساتھ تم بھی آنا۔" ملائکہ بیگ میں ہاتھ ڈالے کچھ تلاش کر رہی تھی۔

"سوری میں تو نہیں آسکتی۔"

"کیا مطلب میں نہیں آسکتی۔ تم ابھی چلو گی ہمارے ساتھ راول ڈیم۔ تھوڑی دیر محسوس پھر کر آجائیں گے یونیورسٹی ٹائننگ میں ہی۔" ملائکہ نے قدرے فیسے سے کہا تو پھر اس نے ایک بار پھر کوشش کی۔

"ڈرائیور ابھی آجائے گا مجھے لینے۔"

"پیلا! اسے پہلے ہی ہم یونیورسٹی واپس آجائیں گے۔ بس ایک ڈیڑھ گھنٹے کی بات ہے۔ ارمان کی خدمت ہے کہ راول ڈیم جا کے ہی کیک کالنے گا اور تم میری ہسٹ فرینڈ ہو! نہیں جاؤ گی ساتھ میرے۔" ملائکہ

میں نے اسے پہلے ہی ہم یونیورسٹی واپس آجائیں گے۔ بس ایک ڈیڑھ گھنٹے کی بات ہے۔ ارمان کی خدمت ہے کہ راول ڈیم جا کے ہی کیک کالنے گا اور تم میری ہسٹ فرینڈ ہو! نہیں جاؤ گی ساتھ میرے۔" ملائکہ

میں نے اسے پہلے ہی ہم یونیورسٹی واپس آجائیں گے۔ بس ایک ڈیڑھ گھنٹے کی بات ہے۔ ارمان کی خدمت ہے کہ راول ڈیم جا کے ہی کیک کالنے گا اور تم میری ہسٹ فرینڈ ہو! نہیں جاؤ گی ساتھ میرے۔" ملائکہ

نے جذباتی وار کیا تو وہ بالکل غواستہ راضی ہو گئی۔
 "چلو ارمان! جلدی کرو۔" ملائکہ نرم کے ساتھ
 بارنگ کے لیے مخصوص کی ہوئی جگہ کی طرف چلے
 گئی۔
 ارمان گاڑی نکل کر لے آیا۔ پھر راول ڈیم پہنچے
 تک ملائکہ اور ارمان ہی بوتلے رہے وہ وہاں ہل کر
 رہی۔

ریان وہ دن کے لیے اس کے پاس آیا ہوا تھا۔
 سلیمان آفس سے فارغ ہو کر سیدھا گھر آیا۔ اس کی
 ہینٹ ڈیوٹی بھی گزشتہ عین دن سے۔ آج بھی فارغ
 ہوتے ہوتے دس بج چکے تھے گھر پہنچا تو ریان دور سے
 چہرے پہ سچائے بیٹھا تھا۔
 "بڑے بھائی! مجھے نہیں آتا ہے قہار ہو۔"

"ارے کیوں۔"
 "اس لیے کہ آپ کی شکل کل سے آج دیکھنے کو ملی
 ہے۔" وہ نرمے بن سے بولا۔
 "میں چیخ کر لوں پھر وہ لوں چلتے ہیں۔" جس میں لہجہ
 کراؤں گا اور ملائکہ ڈرائیو جائے گی تم بھی تیار
 ہو جاؤ۔" اسے تیار ہونے کا کہہ کر سلیمان نے اپنے
 کمرے کا رخ کیا۔

ریان اور وہ وہی بھائی تھے۔ ریان کمپیوٹر سائنس
 میں ماسٹر کر رہا تھا۔ سلیمان بہت زندہ دل اور شوخ
 مزاج تھا۔
 یونیورسٹی سے وہ دن کی چھٹی تھی تو اس نے
 سلیمان کی طرف چکر لگانے کا پروگرام بنایا۔

ریان سٹی پہ شوخ سی دشمن بجاتے ہوئے تیار
 ہونے کے بعد پریوم لگا رہا تھا۔ خود کو اچھی طرح پیشے
 میں دیکھنے کے بعد وہ باہر نکلا۔ سلیمان ولید کو بھی فون
 کر چکا تھا اتفاق سے وہ بھی آج فارغ تھا تو اسے بھی
 اپنے پروگرام میں شریک کر لیا گیا۔ ولید کے آنے کے
 بعد تینوں اکٹھے نکلے۔

ریان مسلسل بول رہا تھا ولید بھی اسے ملتے جلتے

مزاج کا مالک تھا۔ سلیمان خاموشی سے ڈرائیو تک
 تھا۔
 "ولید بھائی! آپ ابھی تک کنوارے کیوں ہیں۔"
 "ہاں۔" اسی کا فور ولید کے لبوں سے چھوٹا
 "یار میری کوئی ٹکی کام آگئی ہے" اس نے بے چارے
 ہوں۔ ویسے اپنے بڑے بھائی کی بھی فکر کرو۔
 ہاتھوں ولید نے مشورہ دے ڈالا۔

"جی مجھے تو بہت فکر ہے۔ راتوں کی نیند بھی نہیں
 سے میری تہ۔" اس نے چہرے پہ دنیا جہان کی
 طاری کر لی۔

"وہ کیوں بھئی؟"
 "ان کی شادی ہوگی تو میرا نمبر آئے گا۔"
 چارگی سے بولا تو ولید پھر منہ لگا۔
 یہ ساری باتیں بہت آواز میں ہو رہی تھیں وہ
 ریان بڑے بھائی کے ساتھ اتنا فری نہیں تھا پھر اس کی
 سنجیدگی اور رک رکھ کر رکھا تو ایسا تھا کہ وہ ایک حد تک
 تکلف ہونے کی اجازت دیتا تھا۔

سلیمان کا ارادہ پہلے "سرن" میں لہجہ کرنے کا تھا
 ولید نے کہا پہلے راول ڈیم چلتے ہیں، توڑی
 کر کے واپس آجائیں گے۔ ریان بھی اس کا ہم
 تھا چنانچہ وہ سیدھے راول ڈیم چلے گئے۔
 گاڑی پارک کرنے کے بعد ڈھلوانی راستہ
 کر کے وہ پانی کے قریب پہنچے۔ ریان بچوں کی طرح
 خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ اچانک سلیمان کے قدم
 ٹپکے۔

"اکیا ہوا رک کیوں گئے ہو؟" ولید بھی اس
 ساتھ رک گیا۔ ان لوگوں سے ذرا فاصلے پر وہ لڑکیاں
 ایک لڑکا موجود تھے۔
 "سلیمان بھائی! ان کو دیکھ کر کے تھے۔"
 "کیوں یار پسند آگئی ہے تو بات کرنا۔"
 شرارت سے بولا۔

اچانک ان میں سے ایک لڑکی انھی اور
 بھاگنے والے انداز میں بارنگ کی طرف چلی گئی۔
 "یہ والی فٹ ہے تمہارے بھائی کے لیے۔"

شوخی لگا ہوں سے سلیمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔
 اس نے بروقت اپنے آپ کو سنبھالا۔
 "جیسے یوں لگ رہا تھا کہ مجھے ہمارے ایک کولیگ کی
 رشتہ دار ہیں۔ تب ہی میں دیکھ رہا تھا کہ شاید بیگ
 صاحب بھی ساتھ ہوں مگر یہ وہ نہیں ہیں۔" اس نے
 ہاتھ سے انداز میں کہا اور آگے بڑھ گیا۔

ارمان! جلدی نکلو یہاں سے۔" ملائکہ پھیلی
 بیٹ پہ گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئی جہاں نرم
 بھی موجود تھی۔ پھر یونیورسٹی پہنچنے تک ان میں کوئی
 بات نہیں ہوئی۔
 ملائکہ ارمان کو مختصر "بتا چکی تھی۔"

"ہری رہو کچھ نہیں ہوتا۔" گور پرے دل سے اس
 نے دونوں کو تسلی دی مگر اندر سے ان دونوں لڑکیوں کی
 گھبراہٹ دیکھ کر وہ بھی پریشان سا تھا۔
 "میں نے کہا بھی تھا کہ میں نہیں جاتی۔ مگر تمہاری
 جگہ مجھے ڈوبے گی کیسے کھا جائے والی لگا ہوں سے وہ
 دیکھ رہا تھا۔ میں تو ایک نظری اسے دیکھ سکی۔"
 "اس کے ساتھ وہ اور لڑکے بھی تھے۔" ملائکہ
 ہنسی سے بولی۔

"وہ ہمیں پہچان چکا ہے تب ہی اتنے غور سے دیکھ
 رہا تھا۔"
 "تو دیکھا ہے۔ اس کے پاس کیا ثبوت ہے کہ ہم
 ملے اسے انہو کیا تھا فرض کرو اگر ایسا کچھ ہوتا بھی ہے تو
 ہم صاف مگر جائیں گے سارے کی کیا بات ہے اس
 نے۔ کبھی کبھی تم بھی بچوں کی طرح ہی ہو کر رہتی
 ہو۔ نہ کبھی کسی کو شک ہو تو ہو جائے گی پریو
 "ملائکہ نے اس کا ہاتھ دیا تو اس کی گھبراہٹ کچھ
 کم ہوئی۔

گالٹ انہو سے کہ نرم ڈیر! جو ڈر گیا وہ مر گیا۔
 تھا تو ایسا ہی ایک اور ایڈو پھر گرنے کا سوچ رہی
 تھی۔
 "تمہارا دل غ تو نہیں چل گیا؟"

"میں پوری طرح اپنے خواہوں میں ہوں۔" پہلی
 بار مڑا نہیں آیا خاص "کیونکہ جس کو اتنی محنت اور
 پائنگ کے بعد انہو کیا وہ بھاگ گیا۔ میرا ارادہ تھا کہ
 بے چارے کو خوب خوف زدہ کروں گی ڈراؤں گی اتنا
 کہ خوف کی شدت سے بے ہوش ہو جائے مگر اسوس
 تمہاری بزدلی کی وجہ سے ہاتھ تیا شکار نکل گیا۔" وہ اب
 پوری طرح نارمل ہو گئی تھی اور اسے لگاؤ بھی رہی

تھی۔
 "کچھ بھی ہو ملائکہ! میں تمہارا ساتھ نہیں دے
 سکتی۔"
 "پلیز صرف ایک بار۔"
 "نہیں یار میں نہیں کر سکتی۔ اتنا بھلور نہیں
 ہوں۔"

"میری خاطر پلیز۔" ملائکہ کا اصرار اتنا کہ چھو رہا
 تھا۔ نرم کا دل نرم پڑنے لگا۔
 "اس بار میں لگے ہی سب کچھ کی بس جب میں
 سب کر لوں گی تو آگرو دیکھ لیتا۔"
 "چلو ٹھیک ہے۔" وہ بان گئی تو ملائکہ نے خوشی
 سے بے قابو ہو کر اسے گلے لگا لیا۔

یونگ کے بعد واپسی پر جب وہ وہاں سے گزرا تو
 اب وہ جگہ خالی تھی جہاں پہلے وہ موجود تھی۔ سلیمان
 نے اپنے اندر کوئی اضطراب کو چہرے سے محسوس نہیں
 ہونے دیا تھا۔ اگر ریان ساتھ نہ ہوتا تو ساری مصلحت
 بلائے طاق رکھتے ہوئے ان لڑکیوں سے پوچھ کچھ
 کرتا۔

اس کی موجودگی میں وہ کوئی ایکشن لیتا تو ساری
 حقیقت کھل جاتی پھر گھر والوں کو بھی خبر ہو جاتی اور ماما
 کمال اس خبر کو برداشت کرتیں پہلے ہی تیار رہتی
 تھیں۔

"میں چھوٹیوں کا نہیں اس معاملے کو۔" اس کا
 ارادہ مضبوط تھا۔ سچ کے بعد وہ واپس گھر آئے تو ولید
 بھی ساتھ ہی تھا۔ ریان کالی بنا کر لے آیا کیونکہ سلیمان

”نریم کھانا کھا کر میرے کمرے میں آؤ۔“ گلن کا اور اثرات دونوں کسی مشکل صورت حال کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔

نریم کی پھٹی جس کسی خطرے کا اعلان کر رہی تھی۔ اب بھوک کہاں لگنا تھی اس نے کپڑے بدل کر سیدھا ان کے کمرے کا رخ کیا۔ جہاں وہ اسی کا انتظار کر رہے تھے۔ ساتھ کمرے میں موجود تھیں۔

”نریم دروازہ بند کر کے آؤ۔“ وہ دروازہ بند کر کے ان کے پاس آئی۔

”بیٹھ جاؤ۔“ نریم ان کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ چند لمحوں تک وہ اسے دیکھتے رہے پھر گرا ہوئے۔

”آج یونیورسٹی ٹائننگ میں آپ کس کے ساتھ گاڑی میں جا رہی تھیں۔“ وہ بے تاثر انداز میں پوچھ رہے تھے۔

”پاپا! میں ملائکہ کے ساتھ تھی۔“ وہ نظریں جھکا کر بولی۔

”ملائکہ کے ساتھ اور کون تھا؟“

”پاپا! وہ بھی ہمارا کلاس فیلو ہے۔ اصل میں میں کچھ نوکس ملائکہ کی طرف رہ گئے تھے آج وہ اپنی گاڑی نہیں لائی تھی تو اس لیے ہم اربان کے ساتھ اس کی گاڑی میں گئے تھے۔“ جھوٹ بولتے ہوئے اس نے زبان لڑکھڑاہی تھی۔

”چلو ٹھیک ہے پھر۔ اور بڑھائی کیسی جا رہی ہے۔“

”اے ون پاپا۔“ اب وہ مطمئن ہو گئی۔

ساتھ ڈرائنگ ٹیبل کے آگے بیٹھی منہ پر کھڑکی لگا رہی تھیں۔

”آج آپ بہت چپ چپ ہیں۔“ وہ اپنے کلب قافلے ہونے کے بعد ان کی طرف آئیں تو بیٹھنے سے نیک لگائے وہ کسی غیر مرئی نکتے کو دیکھ رہے تھے۔

”کیا بات ہے؟“

کابلورچی پھٹی پھٹا۔

”وہ یار! اس عمر میں کیوں اس بے چارے کو تکلیف دیتے ہو۔“ ولید کا اشارہ پیالیوں میں کافی اندھلتے ریان کی طرف تھا۔

”کیا مطلب؟“ سلیمان نے بھنویں اچکاتے ہوئے اس کو دیکھا۔

”مطلب یہ کہ اب ہمارے لیے ایک بھابی لے آؤ۔“ ولید نے چٹکلا جھوڑا۔

”جی بھائی جان! میرا بھی بہت دل کرتا ہے۔“ ولید کی موجودگی کی وجہ سے ریان بھی شیر ہو گیا۔

”بھائی! مماسے کموں کہ ایک بھابی کا انتظام کر دیں؟“ سلیمان نے اسے گھورا تو اس نے شکایتی انداز میں ولید کی طرف دیکھا۔

”ولید بھائی آپ کب شادی کریں گے؟“ مایوس ہو کر اب ولید سے مخاطب ہوا۔

”جب کسی قسمت کی ماری کا دماغ خراب ہو اور اس نے تمہارے ولید بھائی کو دیکھ لیا تو اسی دن زلزلہ آئے گا۔“ حشر پیا ہو گا اور وہ بد قسمت ولید بھائی کے آنگن میں اتر آئے گی چڑیل بن کے چم سے یوں۔“ اس نے چٹکی بھائی تو ریان کا ہنستے ہنستے برا حال ہو گیا۔

سلیمان بھی مسکرا رہا تھا۔

”سلیمان بھائی! کم ہی اس طرح مسکراتے ہیں مگر کتنے اچھے لگتے ہیں نا۔“ ریان ولید کی طرف جھک کر آہستگی سے بولا تو اس نے بھی تائید کی۔

اتوار کی شام کو ولید کی طرف کھانے کی دعوت تھی۔ ریان وہاں سے آنے کے بعد لاہور واپس چلا گیا۔ سلیمان کا بھی پروگرام تھا گھر جانے کا۔ کیونکہ یہاں آنے کے بعد وہ ابھی تک گھر نہیں گیا تھا۔

مماسے اسے مس کر رہی تھیں۔

نریم یونیورسٹی سے لوٹی تو تیمور ملک گھر پر موجود تھے۔ ان کی اس وقت موجودگی خلاف معمول تھی ورنہ وہ ہمیشہ اس وقت فیکٹری میں ہوتے تھے۔

"ہوں تم نے کچھ کہا؟" وہ بڑبڑا کر ان کی طرف متوجہ ہوئے جو تشویش بھرے انداز میں انہیں دیکھ رہی تھیں۔

"تپ ریشٹن سے لگ رہے ہیں؟"

"ساتھ! نرم کایہ آخری تعلیمی سال ہے۔" وہ کہتے کہتے رک گئے جیسے جھجک رہے ہوں۔

"تو پھر کیا ہو؟"

"ساتھ! مناسب وقت پر نرم اپنے گھر کی ہو جائے تو اچھا ہے۔"

"ہاں میں بھی سوچ رہی تھی کہ نرم اگر ام سے فارغ ہو جائے تو کوئی اچھا رشتہ دیکھ کر اسے رخصت کر دیتے ہیں۔" وہ اس وقت مدافعتی ماں کی طرح لگ رہی تھیں۔

"اب تک جتنے بھی رشتے آئے ہیں میں اس کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں ورنہ خلو رہتی لے بھی اپنے بیٹے کا پر پونل دیا ہے مجھے۔" انہوں نے اپنے ایک کاروباری دوست کا نام لیا۔

"آپ سے ایک بات کہوں مگر ر لگتا ہے کہ شاید آپ کو برا لگے۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو ساتھ! کیا اب بھی ہمارے رشتے میں کوئی کمی ہے جو مجھے تمہاری بات بری لگے گی۔"

"ارے نہیں! اصل میں لاہور میں عثمان بھائی ہیں۔" وہی خدیجہ تپ کے شوہر۔

"ہاں ہاں عثمان صاحب سے میری ملاقات ہوئی رہی ہے مختلف موقعوں پر۔" تیمور صاحب کو خوب اچھی طرح جانتا تھا۔

"ساتھ اپنی سب سے بڑی بہن اور ان کے شوہر کا ذکر کر رہی تھیں۔"

"جی جو ایر فورس میں اسکا اورین لیٹر تھے ان کے وہ بیٹے ہیں۔ بڑا بیٹا تو تعلیم مکمل کر کے بہت اچھی پوسٹ پر ہے اور چھوٹا شاید ہماری نرم کا ہی ہم عمر ہو پڑھ رہا ہے اگر آپ کو پسند ہو تو میں کپا اور عثمان بھائی سے بات کروں۔ بلکہ یوں کریں پہلے آپ لڑکے

سے مل میں اگر تپ کو پسند ہو تو اس کے بعد میں خود تپا اور ان کے شوہر سے بات کروں گی۔"

"مضمینک یو سوچ ساتھ! تم نے تو میری بہت مشکل حل کر دی ہے۔" نرم اللہ کا انعام ہو کر ہنس رہی تھی۔

"شدت جذب سے تیمور کی آواز بھرا گئی۔

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔" وہ میری بھی ہے جتنا آپ اس کے لیے پریشان ہوتے ہیں میں بھی اسی طرح ہوتی ہوں۔ خدیجہ تپ کی ساری فیملی سبھی ہوتی ہے اور ان کے بیٹے بھی بہت اچھے ہیں۔

اگر نرم مان جاتی ہے تو اچھی بات ہے۔ میرے دل میں یہ بات کہنے سے تھی مگر ر دلی تھی کہ آپ کو لاہور نرم کو روانہ لگے۔" وہ ساف گوئی سے بویں۔

"ساتھ! نرم کی فکر نہ کرو۔ میں سب جانتا ہوں۔ اس کا رویہ تمہارے ساتھ بہت خراب ہے۔ میرے لڑنے سے بگاڑ رہا ہے۔ مگر سب کچھ جانتے ہوئے بھی میں تم سے ریکوٹ کرتا ہوں کہ پلیز نظر انداز کر دیا کرو ایک دن تمہاری محبت اور خلوص کا احساس ضرور ہو گا۔"

"تیمور! آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں پلیز نہیں کہیں۔ میں نرم کے مزاج سے واقف ہوں۔"

"اللہ جیک ہو جائے گی۔"

"متم بہت اچھی ہو ساتھ! وہ اسے منوں لگاؤں سے دیکھ رہے تھے۔ ساتھ کے ہاتھ ان کے ہاتھ تھپتھپاتے تھے۔

"نرم! مان جائے گی نا!"

"کیوں نہیں ماننے کی یہاں اس کی ضد نہیں ہے۔"

"ہاں کا انداز درشت ساتھ۔"

"پھر بھی تیمور! سختی سے بات نہیں بنے گی۔"

پتا ہے میں یہ نہ ہوں اور بھی تنفر ہو جائے۔ مجھے ختم سنشن نہ لو۔ کبھی کبھی گنتی پر جاتی ہوں جائے گی۔ کسی روز لڑکے کو الوائٹ کر لوں گی۔

تپا رہی تھیں کہ وہ اسلام آباد میں ہی ہے آج کل۔

"جی ہاں۔ خدیجہ تپا سے میری بات ہوئی تھی۔"

تپا رہی تھیں کہ سلیمان کی پوسٹنگ ہمیں ہوتی ہے۔ میں مل فون کروں گی سلیمان کو پھر کوئی دن رہے۔"

"میرا مناسب سمجھو میں نے یہ حوالہ دیا۔" وہ مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"نرم! نرم کی شانت ہو گئیں کیونکہ تیمور کے ساتھ سب کچھ چھاؤں سے بھی بڑھ کر تھا۔"

ساتھ تیمم کی آواز سن کر سلیمان کو خوشگوار سی حسرت ہوئی تھی۔ اس سے ملاقات کم کم ہی ہوتی تھی۔ آخری بار سلیمان سے اپنے ماموں زاد اطمینان کی شادی پہ ملا تھا۔

"کیسے ہو؟"

"میں تو ٹھیک ہوں۔ آپ نے مجھے کیسے یاد کر لیا۔"

"ہیں نہیں یاد رہائی کرانا تھی کہ تمہاری اکلوتی ملا۔ اسی شہر میں ہوتی ہے۔ اس اتوار کو ہمارے ساتھ آکر ملنے کے بارے میں کیا خیال ہے۔" ساتھ بہت مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"تھلہ حل! اس ویک اینڈ کو میں ماہور جاؤں گا۔ ملا سے ملنے وہاں سے واپسی پر کسی بھی دن آپ کی طرف آ جاؤں گا۔" لچ یاؤنر کا تکلف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"پلو ٹھیک ہے۔ گھر سے ہو آؤ پھر سب بھی فری ہو گئے۔ بتانا پھر میں تیمور کو بھی بتا دوں گی تاکہ گھر پر ہیں۔"

"ہاں جی ملاقات ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے جو آپ کی مرضی۔" سلیمان سعادت مندی سے ہر دو ساتھ خوش ہو گئیں۔

یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا تھا۔ انہوں نے تیمور صاحب کو بھی بتا دیا۔ تو وہ پوری طرح مطمئن ہو گئے۔

آن سلیمان ان کے گھر آ رہے تھے۔ ساتھ خود کچن میں

ساتھ کے ساتھ اٹھ رہی تھیں۔ سارا سارا یہ دن پٹے ذرا تنگ روم کے پردے وغیرہ اٹھائے تھے اور سب کچھ صاف کر دیا تھا۔ سسٹمنگمنڈ کی تھی۔

نرم سب چل پل۔ کچھ رہی تھی مگر ابھی تک اس نے کسی سے پوچھا نہیں تھا۔ پھر تین یور صاحب جی آفس سے جلدی آگئے تھے۔ ساتھ کو تو وہ اس قابل تھی ہی نہیں تھی کہ پتہ پوچھے ابھی ان سے پوچھنے میں حرج نہیں تھا۔

"پاپا! کوئی مہمان رہے ہیں؟" وہ وقت نزاری کے لیے نوز چھیل دیکھ رہے تھے اس کے سوال پر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"جی بیٹا! مہمان آ رہے ہیں۔ آپ کی ماما کا بھانجا ہے۔" وہ خوش دلی سے بولے۔

نرم کا رواں رواں جل اٹھا۔ کیونکہ اس کی سبھی خالہ تھی ہی نہیں۔ اس کی ماما اکلوتی تھیں۔ تو یقینی طور پر یہ ساتھ تیمم کا رشتہ دار تھا۔ جتنی جڑ اور نفرت اسے ساتھ سے تھی اتنی ہی ساتھ سے وابستہ ایک ایک چیز اور رشتے سے تھی۔

"وہ خدیجہ سے اٹھ آئی اور اپنے کمرے میں مگر تیار ہونے لگی۔ آٹا" فانا" اس نے فیصلہ کر لیا تھا شروت پھوپھو کی طرف جانے کا۔ کیونکہ ساتھ تیمم کو یہ بتانا بھی مقصود تھا کہ تمہارے رشتہ داروں کی میری نظر میں کیا اوقات ہے۔ پھر تیمور صاحب کے علم میں لائے بغیر وہ ڈرائیور کے ساتھ باہر نکل آئی۔ روشن اسے چھوڑ کر آیا تو انہیں پتا چلا کہ نرم گھر پر نہیں ہے۔ تیمور صاحب نے بمشکل غصہ ضبط کیا تھا اور اس کا موقع بھی نہیں تھا کیونکہ سلیمان آچکا تھا۔

لبا جو ڈاکٹر مل سایہ لودوان انہیں بہت اچھا لگا تھا۔ دور دن تعلیم سلیمان ہو شل میں رہا تھا۔ اسی لیے تیمور کا اتنا زیادہ متاثر نہیں تھا۔ اور آج تو وہ اسے کسی اور ہی نظر سے دیکھ رہے تھے۔

ورزشی جسم کا مالک، چمکتی برتاؤ نگاہیں، جذاب نظر ہر ایسے کے مالک اس پر کشش سے لودوان کو نرم ٹپندہ لگ رہی نہیں سکتی تھی۔ ساتھ نے خاصا اہتمام کیا

ہوا تھا۔ سلیمان کے نہ کرنے کے باوجود تیمور ہروش خواہ اسے پیش کرتے رہے۔ کھانے کے بعد سلیمان اجارت لے کر نکلا تو سارن نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

”کیسا لگا آپ کو سلیمان؟“
”جست اچھا ہے۔ سچ پوچھو تو میں نرم کے لیے ایسے ہی نوجوان کی طرف کر رہا تھا۔ خوشی ان کے لہجے سے چھلک رہی تھی۔“

”تنا اچھا ہوتا نرم بھی سلیمان سے مل سکتی۔“
”آپ فکر نہ کریں ایسا موقع پھر آجائے گا میں آپ سے بات کرتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے میں ذرا دن میں داک کر کے آؤں۔“
تیمور قصد اپنی باہر کر گئے تھے۔

سارن نے بڑے سہلے سے بات کی۔ آج تک انہوں نے اپنے خاندان کے کسی فرد کو اس بات کی ہوا نہیں لگنے دی تھی کہ نرم کا رویہ ان کے ساتھ بہت برا ہے وہ انہیں دشمن سمجھتی ہے اور دشمنوں کا سلوک سلوک کرتی ہے۔ انہوں نے اس موضوع کو کبھی نہیں چھیڑا تھا۔

”ابا! نرم بڑی لکھی ہے آج کل کی لڑکیوں والی فضول شوخی بھی میں سے اس میں کچھ عرصہ پہلے جب میں اسے ساتھ لائی تھی تو آپ نے دیکھا ہی ہو گا۔ اب تو بڑی ہو گئی ہے۔ خوب صورت ہے۔“
سلیمان کے ساتھ جوڑی خوب بچے گی۔

”ٹھیک ہے میں عثمان سے بات کروں گی۔ ابھی ہر چہ میں بتاؤں گی ایک دن تک۔“ خدیجہ آپ کا جواب حوصلہ افزا تھا۔

خدیجہ اور عثمان اسدم کہہ آئے تھے۔ شام کو تیمور صاحب کی طرف آ رہے تھے نرم کو دیکھنے۔ سارن نے تیمور کو اٹھا کر دیا تھا۔ تیمور صاحب نے ان کی کہ کے بعد نرم کو ڈرائنگ روم میں بلوایا۔ اس کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ آنے والے مہمان

اپنے بیٹے کے لیے دیکھنے آئے ہیں۔
یونور سنی سے آتے ہی خدیجہ نے آواز چاٹا تھا۔ تیمور نے درپے ہی اٹھی تھی جب پیا کا پیغام ملا۔ اس نے خدیجہ داخل ہو کر سلام کیا۔ تیمور صاحب کی حسیوں میں وارننگ تھی۔ نرم بچان گئی تھی کہ یہ سارن بیگم کے رشتہ دار ہیں۔ مگر اہل دل نفرت اس نے چہرے سے عیاں نہیں ہونے دی تھی۔

خدیجہ اور عثمان کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ انہیں نرم بہت پسند تھی۔ جب ہی تو حالت وقت خدیجہ نے نرم کے ہاتھ پر چمپے رکھے تھے اور گلے لگا کر پیار بھی کیا۔ نرم کو دل میں ہاتھ کھانا لگ رہا تھا مگر اس تک ایسا بولی ثبوت نہیں ملتا تھا۔ وہ طوفان بھڑکا رہی تھی۔

سلیمان سنی سے آئے یونور غلام تہذیب کر کے خدیجہ اور عثمان صاحب کے پاس آ بیٹھا۔ وہ عثمان سے مسلسل بیٹے۔ شادی کے لیے وہاں اہل رہے تھے اور وہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر ٹل دیتا تھا۔ خدیجہ نے تو صاف طور پر اس بار دھمکی دی تھی اور سلیمان نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔
”جیسے تیمور بھائی کی بیٹی بہت پسند آئی ہے۔ میں اس کر آئی ہوں۔ سوچ رہی ہوں رشتہ داروں کو فائدہ کر کے چھوٹی مولی رسم کر کے ہی جاؤں بعد میں وہیں دھام سے لیکھن کریں گے۔“ وہ سلیمان کی طرف جاتا جا رہی تھی۔
”ہمما! جو آپ کی مرضی کریں۔“ وہ لاہر دہلی سے بول۔

اور پھر آتا ”نانا“ سب کچھ ہوا تھا۔ اور سے وہ بھی ”جیک“ سلیمان کے دادا جان حیات تھے وہ اور خدیجہ اس کے انھیال سے لوگ تھے۔ وہاں سے اور عثمان بیویاں۔ سارن نے نرم کی انگوٹھی اور کپڑوں کا ہتھیار بھجوا دیا تھا۔
لوہر نرم کا براہل تھا۔ اسے یقین تھا کہ سارن

اسے ختام لینے کے لیے اپنی بہن کے بیٹے سے بیاہ رہی تھی۔ وہ فیصلہ کر چکی تھی کہ وہ ایسا نہ ہونے دے۔

سارن نے کپڑے اس کے بیٹے پر رکھے مگر وہ نہیں بھی نکلتی تھی۔ آری تھی۔ ہاتھ روم سے پالی گریٹ کی تھوڑی سا تھی۔ کل سے نرم بالکل چپ تھی یہ نہ تھی۔ پٹوٹان کا پیش خیمہ تھی۔ اور ہوا بھی یک۔ ”نرم! کپڑے پہن کر تیار ہو جاؤ ابھی سب آنے والے ہیں رسم کرنے۔“ جو بھی وہ ہاتھ روم سے باہر تھی۔ سارن بیگم بند پر رکھے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔ ”چشمہ میں جاؤ کم اور تمہارے کپڑے۔“ کے کپڑے کاٹن سب کو۔ ”نرم نے کپڑوں کا گولہ سا بنا کر زمین دے مارا۔ غصے کی شدت سے وہ بالکل پگل ہو رہی تھی۔

اس کی دھچی توڑ کرے کی حدود پار کر کے تیمور صاحب تک بھی پہنچ گئی۔ جس کی قیمت پر بھی تمہاری ٹھنی فیملی میں منتقلی نہیں کروں گی۔ کمر سے نکال۔“

پنڈ پناخ ہے وہ ہے طمانچہ کی توازن ایک ساتھ ابھری۔ تیمور صاحب اس کلیہ لہجہ و انداز کو دیکھ کر خندہ کھینچے تھے۔

”سارن! مگر یہ سب مجھ سے کتنی تو میں مہوٹ گھماتا مگر میں نے خود دیکھ اور سن لیا ہے۔ اب صرف منگی نہیں نکاح ہو گا۔ سن ہو تم اور ہل میں تمہارے انداز کی صورت میں تمہیں قتل کر کے زندہ زمین میں گاڑ سکتا ہوں۔“ یہ منظور ہے مجھے۔ ”نرم ان کو ہکا بگٹے کا دھبہ سے زخم پہ گری تھی۔ آنکھوں اور دل طوفان میں خمد ہو گیا تھا گویا۔

اس کے بعد نرم کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا۔ اس نے میکا کی انداز میں سارن کے ماتے کپڑے پہنے کپڑے بدلنے کے بعد وہ اسی انداز میں سارن کے ملنے بیٹھی۔ میکا آپ کو الے۔ طمانچہ کے نشان اس کے دونوں رخساروں پر ثبت ہو گئے تھے جو گہرے میکا پ کے بعد بھی ظاہر ہو رہے تھے۔

سارن نے اس کا دل یہ نکالا کہ وہ اپنے کاٹھ ٹھٹھ سارن کر اس کا چہرہ احتیاط دیا۔ اب کوئی دہپہ ہٹا کر غور سے دیکھتا تو خطر آتا۔

وہ بالکل خاموش تھی۔ باپ سے تھپڑ کھانے کے بعد گویا کسی طمس کے اثر عکس تھی۔ تیمور صاحب کو نرم کے جارحانہ تیروں سے حول آنے لگا تھا۔ تب ہی انہوں نے رسم کا نکاح کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس معاملے میں سارن ان کے ساتھ نہیں۔ انہوں نے سقوں اور خوب صورت جواڑ بنا دیا تھا۔ خدیجہ اور عثمان تو خوش ہو گئے تھے۔ اب پکا کام ہو گیا ہے اور رشتہ مضبوط ہو گیا ہے۔

بڑے آرام سے اس نے نکاح مانے۔ دستخط کر دیے۔ ڈرائنگ روم کی فصا مہرک مہرک کی توازن سے گونجنے لگی۔ نکاح ہو چکا تو سب سے پہلے ریان اٹھ کر نرم کی طرف گیا۔

”میں اپنی بھابی کو دیکھنے لگا ہوں۔“ وہ سب کی طرف دیکھتے ہوئے بول اور آہستہ سے نرم کا بھاری ٹچل اس طرح چہرے سے اٹھا دیا کہ اس کے سوا کسی اور کو نرم کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

”میں نرم کو کمرے میں لے کر جا رہی ہوں۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ نہ سارن اسے اٹھا کر کمرے میں لے گئے۔“

سلیمان دشمن کے نام۔ چونکہ سارن تھا۔ ”نرم“ یہ نام اس کی یادداشت میں محفوظ تھا۔ اتفاق کی بات تھی کہ جو لڑکی ابھی کچھ دیر پہلے اس کی منکوحہ بنی تھی اس کا نام بھی یہی تھا۔

نکاح کا پروگرام چونکہ اچانک بنا تھا کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ منتقلی کرتے کرتے نکاح ہو جائے گا۔ کسی نے تصویریں بھی نہیں لی تھیں۔ صرف سارن بیگم کی ایک بھابی نے اپنے سیل فون کے کیمرے سے کچھ تصویریں لی تھی جس میں نرم گھونٹ میں چھپی ہوئی تھی۔

سلیمان کے دل میں اچانک ہی یہ خواہش پیدا ہوئی تھی کہ اپنی منکوحہ کو دیکھے جبکہ سارن بیگم اسے

یہاں سے لے جا چکی تھیں۔ اس کی یہ خوش چار
تھی یہ نیکہ کاج جو ہو چکا تھا اب تو اعتراض کی گنجائش
نہیں تھی۔

ساتھ اس بارہ منت بعد ڈرائنگ روم میں واپس
آئیں۔

”نریم کی طبیعت کل سے خراب تھی اور آج بہت
تیز بخار بھی ہے اسے۔ میں نے کہہ دیا ہے تھوڑی دیر
کمر سیدھی کرو۔“ سب کی سوا یہ نگاہوں کے جواب
میں نہوں نے بتایا۔

”نالا! پ سے ایک بات کرنی ہے۔“ یور
صاحب اپنے سران رشتہ داروں سے بات چیت میں
مکمل تھے جب سلیمان نے اسیں مخاطب کیا۔

”یاد ہے؟“ وہ ٹھٹھکی سی لگی۔
”میں نے انھی تک اپنی مشکوٰۃ کو نہیں دیکھا ہے۔
اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک نظر دیکھ لوں۔“
”ہوں اس میں حرج تو نہیں ہے مگر وہ سو رہی
ہے۔“

”کوئی بات نہیں میں اٹھاؤں گا نہیں۔“ پہلی بار
سلیمان کی لہجے میں شوخی سی محسوس ہوئی۔

”جھا آؤ میرے ساتھ۔ اے اللہ میری مدد کر۔
بھرم رکھ لینا۔“ دل ہی دل میں انہوں نے دعا کی تھی۔
کمرے میں زیر و پاور کا پب جل رہا تھا۔ نریم سرخ
موڑے سو رہی تھی۔ اس نے کپڑے بدلنے کی بھی
ذمت نہیں کی تھی اسی طرح آگریٹ گئی تھی۔
”آؤ۔“ ساتھ نے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

نریم کا سارا وجود کھل میں ملوث تھا سوائے چہرے
کے وہ بھی ایک ایک سائڈ پر اس کا ہاتھ تھا اور رخسار
کا وہ سراحتہ تکیے کی طرف تھا۔ اگر اسے دیکھنا کہا جا
سکتا تو سلیمان نے دیکھ لیا تھا۔

وہ ناشتا کیے بغیر یک اور جرح اٹھا کر یونورشی
جانے کے لیے نکل رہی تھی جب ساتھ بیگم نے پیچھے
سے آواز دی۔ نریم گاڑی کے قریب پہنچ گئی تھی۔

”نریم! ناشتا کر کے جاؤ تیار ہے۔“ سارا بیگم اس
کے پیچھے ہی گئی تھیں۔ جواباً وہ کچھ بھی نہ بولی بلکہ
خاموش سے نہیں دیکھنے لگی۔

اس کی یہ خاموشی زمر کی سرگاہیں سارا کے اندر
اندرون توڑتی تھیں۔ اس دن کے بعد سے نریم سلیم
تیمور اور ساتھ کے پاس بیٹھنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ ناکان کے
بعد پانچ دن تو وہ یونورشی ہی نہیں گئی۔ ثانیہ غلام
اور لہ لہ اس کا پتا کرنے نہ آتی تھیں۔ ساتھ نے ہی یہ
میر متوقع خبر سنائی کہ نریم کا کاج ہو گیا ہے۔

تینوں اس سے خوب لڑیں۔ وہ خاموشی سے ڈانٹ
سنی رہی۔ ساتھ انہیں بخار کا طہارت کے لیے ہام
بچن کی طرف۔ ”میں تو نریم نے تھ کر دیا اندر بند کر
دو۔ تینوں کو ہی اس کی حرمت ہے اس غیر معصومی
واقعے کا اندازہ ہو رہا تھا۔ مگر نریم تھی کہ کچھ پھوٹ کر
ہی نہیں دے رہی تھی۔

”کیا کرتے ہیں موصوف اور کیا یارو ڈنڈا
ہے؟“ ثانیہ اس کے چہرے پر کچھ کھوج رہی تھی۔
”پتا نہیں۔“ قول تعلقی سے بون تو تینوں ایک
”سرے کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔“

پھر کتنی دیر وہ بیٹھی رہیں مگر نریم خاموشی سے
جھکائے بیٹھی رہی۔ ”ہو سارا سے زانا اس نے کچھ
لفظ پھوٹ کر نہ دیا۔“

ساتھ نے ہی سلیمان کے بارے میں مختصر اچھا یا اور
وضاحت کی کہ جلدی کی وجہ سے وہ انہیں اتنا اشت
نہیں کر سکیں۔
”آئی! سلیمان بھائی کی کوئی تصویر ہے کہ ہم دیکھ
لیں۔“ یہ لہ لہ بھی جس نے ان دونوں کی بھی خط
خواہش کو الفاظ کا روپ دیا۔

”آئی جلدی میں یہ سب ہو کہ کوئی موقع ہی نہیں
مل سکا۔ سلیمان جب آئے گا تو میں آپ سب کو
انوائٹ کر دوں گی۔ دیکھ لیتا اور مل بھی لیتا۔“ ساتھ نے
خوش دلی سے لکھی دی۔

اس کے بل جود بھی اس تینوں کے دل دماغ میں
سوالات پھل رہے تھے۔ نریم تو کوٹے کا لڑکھا ہے

بیٹھی تھی۔
”سارا! کتنی تائی تائی ہیں نریم خواہ مخواہ ہی اتنی
نہیں آتی ہے اس سے۔“ وہ ایسی پہ لہ لہ نے ثانیہ
سے کہہ دیا۔ اس سے بھی تائی کی تھی۔

”اور اب بھی وہ ساتھ کو یونورشی کھڑا چھوڑ کر باہر نکل
گئی تھی۔“

جہاں نے سر قدام لیا۔ یہ ضدی لڑکی جانتے یا کرتی۔
اس کا یہ رویہ یہ انداز اس پر کتنے دن براہ مارا۔ مکنا
تھا یہاں بھی یہ جہل تھا بعد میں جانے کیا کچھ کرتی۔
یقیناً سہوں نے غلطی کی تھی تیمور صاحب کے
سامنے غصہ۔ یا کے بیٹوں کا ذکر کر کے۔ اب جو کچھ
بھی ہوتا وہ لہ لہ ”تصور دار ٹھہرائی جاتیں۔“

ابھی تک اس نے سلیمان کو دیکھنے کی خواہش کا
اظہار نہیں کیا تھا۔
”اے اللہ! نریم کو ہدایت دے۔“ ساتھ بیگم نے
لہ کی گمر تینوں سے دعا کی تھی۔

بیدار بھی تک نہ پھلائے بیٹھا تھا۔ سلیمان کا ملازم
پہلے سمیت کھانے پینے کے مختلف لوازمات سامنے
دروں نہیں پر رکھ گیا تھا مگر اس نے نظر اٹھا کر نہیں
دیکھا تھا۔

”تم نے مجھے بتانا بھی گوارا نہیں کیا۔“ اس نے
تیمور بار شکایت کی۔

”مجھے خود ہی جا کر پتا چلا۔“

”اچھا ٹھیک ہو عین مل لیتا ہوں۔ اب پی سی میں ڈنر
کراؤ۔“ وہ بالڈ خردائن پہ لکھی گیا۔

”ٹھیک ہے کر لیتا ڈنر بھی۔“

”میں اکیلا نہیں کروں گا۔“

”تو پھر کیا ارادہ ہے؟“

”تم اور مجھ بھی ساتھ ہو گے میرے۔“

”یہ شاید مشکل ہے۔“

”کیوں؟“ اس کے سوال پر سلیمان خاموش ہو گیا۔
کتنی عجیب بات تھی۔ اس کا ایک ان دیکھی لڑکی

تے مکان ہو چکا تھا اور اسے ابھی تک اپنی ہی مشورہ
کے بارے میں سوائے نام کے کچھ اور بتا نہیں تھا۔
”ٹھیک ہے میں خالہ اور تیمور انکل سے اجازت
لے کر تمہیں بتاؤں گا۔“

”اس میں اجازت کی کیا ضرورت ہے۔“ وہید
زیر ہو کر بول۔

”صل میں پورا تیمور انکل کی میری خالہ کے ساتھ
وہ مری شادی ہے اور نریم انکل کی پہلی بیوی سے
سب سے ہمارا اتنا تاجا جانا نہیں ہے۔ نکاح بھی بہت جلدی
میں ہوا ہے۔ تیمور انکل کی طرف سے بھی چند قرچی
رشتہ دار شریک ہوئے اور ہماری طرف سے
بھی۔ اور ابھی تک میں نے مریم کو ٹھیک طرح سے
دیکھا بھی نہیں ہے۔ تو؟“ وہید اس کی ادھوری
بات کے جواب میں کچھ بھی نہ کہہ سکا تھا۔

یونورشی کے اس الگ تھلگ سے گوشے میں
لاننگ کے ساتھ بیٹھی نریم کی سسکیاں ابھی بھی سنائی
دے رہی تھیں۔

”آئی بڑی زبردستی ہو گئی تمہارے ساتھ جیسے تم
کوئی گائے بکری ہو۔ اس ایک سو صدی میں
بھی۔“ لاننگ اس کے دکھ میں شریک تھی۔

”تم دیکھنا میں ساتھ بیگم کی پاننگ کا کیا حشر کرتی
ہوں۔ میں اس عورت کی چال کو اچھی طرح پہچان گئی
ہوں۔ پہلے اس نے میری مہر کی جگہ لی پھر لہ لہ کو اپنی
منشی میں کیا اور اب اپنے بھانجے سے نکاح کر کے
میرے پاپا کو چاروں خانے چیت کر کے کمزور کرنا چاہتی
ہے۔ وہ اپنے خاندان کے ذریعے مجھ سے انتقام لینا
چاہتی ہے کیونکہ میں اس کی بھولی محبت اور چالوسی
میں جو نہیں آئی پھر لہ لہ کی ساری جانیہ او کی مالک تھی
میں ہوں۔ وہ مجھ سے یہ جانیہ او تھینے کے چکر میں
ہے صرف اسی کی وجہ سے پاپا نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔ اسی
نے پاپا کو سکھایا ہو گا تب ہی وہ اتنا جلدی یہ سب کرنے پر
تیار ہو گئے۔ ورنہ وہ تو اتنی محبت کرتے ہیں مجھ سے کہ

میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ مجھ سے یوں ہاتھ اٹھا میں نے اتنی بے دردی سے ماریں تھکے۔ "نریم کی آنکھیں مردہ کر سہج ہوئی تھیں۔

"جو تمہاری پروا نہیں کرتا تم بھی اس کی پروا نہ کرو اور یوں مردہ کر خود کو کمزور نہ کرو۔ اتنی فالتو نہیں ہو تم مائی ڈیئر! ملا نیکم نے اس کے ہاتھ تھام کر بھرپور انداز میں تسلی دی تو اس کے لبوں پہ تسکلی تسکلی سی مسکراہٹ گہرے ہو گئی۔

"اچھا تم نے سارہ آئی کے بھانجے کو دیکھا ہے؟" ملا نیکم نے قصداً یہ ذکر چھیڑا تھا۔
 "نہیں۔ میں نے نہیں دیکھا۔" اس نے صاف گویا سے کام لیا۔

"ہوں" نئی بتا رہی تھیں کہ پولیس ڈپارٹمنٹ میں ایک اہم پوسٹ پر ہے۔ پولیس والے تو ویسے بھی بڑے خطرناک ہوتے ہیں ایک نمبر کے کرپٹ اور بوز کیریئر۔ حیرت ہے کہ تیمور انکل نے بھی اس رشتے پر اتنی جلدی ہاں کر دی۔ تم ٹھیک کہتی ہو کہ سارہ آئی نے تم سے انتقام لینے کے لیے اپنے بھانجے کے لیے تمہیں باندھا ہے۔" وہ اس کے شک کو یقین میں بدل رہی تھی۔

"چھار گھنٹہ کب تک ہوگی؟" ملا نیکم نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا۔

"ایگزٹام کے بعد۔" نریم سر دے حس لہجے میں بولی۔

"پھر کیا سوچا ہے تم نے؟"
 مجھے کیا سوچنا ہے۔ اسٹیج تو پہلے ہی تیار کیا جا چکا ہے میرے سوچنے یا نہ سوچنے سے کسی کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ پھر سے خود ترسی کی کیفیت کا شکار ہونے لگی تھی۔



تیمور صاحب جلدی گھر آگئے تھے۔ فریش ہو کر باہر آئے تو سارہ چائے لیے بیٹھی تھیں۔
 "نریم کہاں ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

"اپنے کمرے میں ہے۔" سلیمان کافون آیا تھا۔ نریم کو باہر لے جانا چاہ رہا ہے تھوڑی دیر کے لیے۔ آپ کی اجازت ہے۔" انہوں نے پیالی میں چائے اندر لے کر ان کی طرف بڑھائی۔

تیمور صاحب خاموش سے ہو گئے۔ سارہ کی طرف ان کو بھی بیٹی کے جارحانہ تیور سے اندیشہ تھا کہ وہ علامات میں پگڑنہ آجائے۔

"سارہ! تم سلیمان کو تھوڑا سا سمجھا دو نریم کے بارے میں۔ وہ آرام آرام سے سب سمجھ جائے گی۔ میں اور کیا سختی کروں۔" انہوں نے نگاہیں چڑھائی تھیں۔

سارہ بیگم نے ٹھنڈی سانس لی۔
 "میں پھر سلیمان سے کیا کہوں؟" انہوں نے تیمور صاحب کے چہرے پر نگاہیں جمادیں۔

"پچلو ٹھیک ہے لے جائے وہ بے شک نریم کو۔ اس میں حرج ہی کیا ہے آخر کو وہ نریم کا شوہر ہے مگر کے بعد انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

اس ادھوری بات کا مطلب سارہ بھی اچھی طرح سمجھتی تھیں اور انہی کی طرح پریشان تھیں کہ نریم نے کچھ اٹنا سیدھا بول دیا اور جو لبا "سلیمان برواشت کر سکا اور یہ تعشق جو انہوں نے نریم کی بہتری کے لیے جوڑا ہے نوٹ کیا تو؟ کیونکہ نریم سے کچھ بھی بعید نہ تھا۔ دونوں اپنی اپنی جگہ سوچوں میں گم تھے۔

چائے پی کر تیمور نریم کے کمرے میں چلے گئے۔ ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ انہیں دیکھ کر کسی بھی قسم کے رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔ ان کا دل کٹ سا گیا وہ غیروں کی طرح ری ایکٹ کر رہی تھی۔ وہ بھی اس کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔

"نریم بیٹا! میرے پاس آؤ۔" وہ سرک کر صریح سائیڈ پر چلی گئی۔

"ناراض ہوا بھی تک؟"
 "جی نہیں۔" وہ خشک لہجے میں بولی۔ "میں نے"

آپ کی ضد پوری کردی ہے آپ کو خوش ہونا چاہیے۔ "ایک ایک لفظ کو جیسے کچن رہی تھی۔

"نہیں! خود آگاہ ہے کہ اس دنیا میں میں نے سب سے زیادہ تمہیں چاہا ہے اور تمہاری بہتری کے لیے ہی تمہارا نکاح سلیمان کے ساتھ کیا ہے۔ وہ اچھا مذہب اور جو ان سے ریفرنڈم قسم کا۔ میں تمہارے لیے سلیمان جیسے ہی لڑکے کی تلاش میں تھا اور میری خوش قسمتی کہ وہ مجھے ساتھ کے خاندان میں ہی مل گیا۔ ساتھ خال ہے اس کی اور اچھی طرح جانتی ہے اسے۔ ایک آئیڈل لڑکا ہے سلیمان ہر لحاظ سے۔ میں نے اپنی طرف سے ایک سترین فیصلہ کیا ہے اور بہترین شریک حیات چنا ہے تمہارے لیے۔ بلی تم پر جو میرا ہاتھ تھا ہے اس کی کتنی تو جیتے جی میرے دل سے نہیں جاسکے گی نہ میرا چھتلاؤں ہو گا۔"

وہ بولتے بولتے رک گئے کیونکہ جذبات کی شدت سے ان کا ہونہار بھرا گیا تھا۔ وہ جس کی ہنس بھی رہی جیسے اس کی جگہ وہ دیوانوں سے مخاطب ہوں۔

"سلیمان تمہیں باہر لے جانا چاہ رہا ہے۔ تیار ہو جانا اور میری عزت کا بھرم رکھ بیٹا۔" تیمور کے انداز میں ایک دلی سی التجا تھی جسے محسوس کر کے نرم کے ہونے پر زہر آلود مسکراہٹ آگئی۔

"خوب! اپنی عزت اور انا کا کتنا خیال ہے اور میں تو جیسے پتھر ہوں جس پر کوئی اثر ہی نہیں ہوتا جیسے میرے جذبات ہی نہیں ہیں میں بے حس تو نہیں ہوں مٹی کی مورت تو نہیں ہوں۔ جس پر آپ کے ستم کا اثر ہی نہیں ہوتا۔ میں خوب سمجھتی ہوں کہ کیوں ساتھ بیگم نے اپنے خاندان میں مجھے پھنسا دیا ہے مگر آپ کیوں نہیں سمجھتے کیوں اس کی باتوں میں لگ گئے ہیں۔ میری زندگی عذاب ہو جانے کی فکر کوئی نہیں سمجھتا جو میں محسوس کر رہی ہوں۔" وہ دل میں ان سے شکوہ کتنا تھی مگر لب چپ کا قفل تھا۔

"سلیمان اچھا لڑکا ہے۔ ہوگی تو خود ہی اندازہ ہو جائے گا اور جو کسر رہ گئی ہے میں تمہاری شادی میں

پوری کروں گا۔" ان کے الفاظ میں ایک باپ کے ارمان بول رہے تھے مگر بیٹی سمجھ کی حد سے ابھی مستعد تھی۔

اپنی عمر گولڈی پھر بھی بستی کے سب لوگوں نے مجھ کو پتہ چل گیا تھا۔

وہ اپنی دین داری میں بیٹھی تھی۔ ساتھ نے سلیمان کے نمبر ایک کانڈ پر لکھ کر ابھی ابھی اسے دیا تھا۔ کانڈ نے بھی سلیمان کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ اس کی تجویز تھی کہ تمہارے ساتھ یہ زبردستی ہوئی ہوگی ہے تو تم اسے صاف صاف بتا دو۔

"مجھے اس کے آفس یا گھر کا پتہ تو میں خود جا کر سب کچھ کہہ دیتی۔"

کانڈہ جوش سے بولی تو نرم نے بے اختیار اسے گلے لگالیا۔

"تم ساتھ آئی سے ایڈریس اور فون نمبر وہیں ملے گا۔ سارا معاملہ سیٹ کرتی ہوں۔" کانڈہ نے اسے آگاہ کر دیا تھا۔

اور آج نرم نے ہمت کر کے فون نمبر مانگ ہی لیا تھا۔

"شاید نرم کو قفل آگئی ہے۔" ساتھ کے فون گم ہل دل نے ہمیشہ کی طرح ثبت ہی سوچا۔

نرم نے ہاتھ میں پکڑے کانڈہ کو دکھا اس پر غصہ اور گھر کے نمبر کے ساتھ ساتھ موبائل کا نمبر بھی تھا۔ اس نے سب سے پہلے موبائل پر۔ ڈائل کیا۔

چھ تھم تھم سے کل ریسیو کر لی گئی۔

"اسلام علیکم" ایک گھیسر دیکش آواز فون سے راستے اس کی سماعتوں تک پہنچی۔ نرم سے پولا فون نہیں گیا۔

ایسیو۔ "پھر آواز ابھری تو وہ ہمت کر کے بول ہی پڑی۔

نہ موبائل کا نمبر ہے۔ اسے بروقت یہ نام سوجھ گیا۔

نہیں۔ "ساتھ ہی دوسری طرف سے رابطہ قائم کر دیا گیا۔

وہ فون کی اسکرین کو خالی الذہنی کے عالم میں رہنے لگی۔ کچھ دیر بعد اس نے وہاں ڈائل کیا تو اس کی کارڈیو ہی نہیں کی گئی۔ بجنگل کر اس نے فون بستر پہ اچھل پڑا۔

جس کانڈ پر فون نمبر لکھے تھے وہ بھی اس نے پڑھ کر پڑھ کر لیا۔

یونیورسٹی سے واپس۔ وہ کانڈہ کے ساتھ اس کے گھر چلی گئی۔ کافی دن ہو گئے تھے وہ اس کے اپنے گھر نہ آنے کا شکوہ کر رہی تھی آج وہ کلاسز لینے کے بعد ہی اس کا دل اچھا ہو گیا تھا۔ تو کانڈہ نے گھر جانے کی تجویز پیش کی۔

کانڈہ شپ کریں گے ساتھ کوئی اچھی سی سوئی ویکسین کریں۔

"شک ہے تو جتنے ہیں میں وہیں سے گھر فون کر دے گی کہ روشن مجھے تمہارے ہل سے پک کر لے۔" وہ مان گئی تھی۔

حسب معمول کانڈہ کی ماما گھر نہیں تھیں۔ اسے اپنے بندہ روم میں لے گئی اور ملازم سے کچھ کھانے کے لیے مانگے کو کہا۔

"پھر اوقات ہوئی تمہاری اپنے شوہر سے؟" باتوں باتوں میں کانڈہ کو یاد آیا تھا۔

لوہر نرم لفظ "شوہر" سن ہی ہو گئی۔ کتنا اجنبی لفظ تھا۔ اس رشتے اس تعلق کو کتنا ہی ان سے پہلے کی کوشش کرتی مگر ایک حقیقت تھی کہ اب یہ اس کی پہچان تھی۔

"نہیں مجھے کوئی شوق نہیں ہے ملے گا۔" وہ تلخی سے بولی۔

"نرم ڈیرا تمہیں شوق ہو یا نہ ہو ملنے کا۔ گیزائز کے بعد تمہاری اس کے ساتھ رہ سکتی ہو جائے گی۔" کانڈہ نے سخت دکھ دیکھا تو وہ چمک کر بولی۔

"کون کروائے گا رخصتی۔"

"تم اور کون؟"

"میں رخصتی نہیں کراؤں گی۔"

"انکار کر دے گی؟"

"اس پر ہی سمجھ لو۔"

"صاف صاف کھل کے کہو نا۔"

"تم اگر میرا ساتھ دو تو بات بن سکتی ہے۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کے لجا دست سے بولی۔ "تم ایک اور ایڈیٹر پھر بھی ہو کر رہا کرتی ہو۔"

"ہاں وہ تو ہے۔" کانڈہ نے تائید کی۔

"تو مجھے کدنیپ کر لو نا۔"

"تم ہوش میں ہو۔" کانڈہ حیران رہ گئی۔

"میں سوچ سمجھ کر کہہ رہی ہوں۔ کیونکہ کسی اغوا کی ہوئی لڑکی کو کوئی بھی اپنی عزت نہیں دیتا۔" وہ یوں بے خوں سے کہہ رہی تھی جیسے اس کی جگہ کسی اور کا ذکر ہو رہا ہو۔

"اگر پیورا نکل کو خبر ہو گئی تو۔" کانڈہ تیزی سے سوچ رہی تھی۔

"نہیں پتا چلا یا راپلے بھی تو کسی کو خبر نہیں ہوئی تھی۔"

"انکس میں تمہیں کہاں رکھوں گی کیونکہ اب نیکی خالی نہیں ہے۔"

"کیا اور کوئی جگہ نہیں ہے؟"

"ہے تو کسی گھر شاید تم پسند نہ کرو۔"

"تاؤ تو سہی۔"

"یار! ارمان کا کوئی دوست ہے اس کا فلیٹ خالی ہے اور چابی ارمان کے پاس ہے۔" کانڈہ نے بتایا تو وہ سوچ میں ڈوب گئی۔

"رہنما لیا پڑے گلہ" پھر آہستہ سے بولی تھی۔

ارمان کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ ملائکہ نے ابھی جو کچھ بتایا تھا اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

"بس چند دن نرم کو لوھر رکھا پڑے گلہ" "صرف رکھنا ہی پڑے گا گلہ؟" ارمان نے معنی خیز انداز میں بات کو سواری چھوڑ دی وہ ملائکہ کی مرضی بھی جانتا چاہ رہا تھا۔

"کیا مطلب؟" "مطلب یہ کہ ایسے مفت میں ہی ہم رسک لے

سے۔" وہ تیز گونجے میں بولے۔ "نرم کو رکھنے کا تاواں نہیں لیں گے کیا؟ آخر کوہ موتی آسانی ہے اگلوٹی اور وہ ہے اپنے پاپ کی۔

لاکھوں روپے آسانی سے مل جائیں گے نہیں۔" "مگر نرم شاید اس بات کو پسند نہ کرے اگر ہم نے

تاواں کی ڈیمامیڈ کی تو۔" "تو اس کے گھر والوں کو پتا کیسے چلے گا کہ وہ کٹھن ہو گئی ہے۔ بھلا کوئی کسی کو کیوں اغوا کرے گلہ پگل تو

نہیں ہو تم۔" "پچھلو ٹھیک ہے۔ تاواں بھی مل جائے گلہ۔" "یہ ہوئی نہ بات۔" "اب وہ خوش نظر آ رہا تھا۔

"تو پھر میں نرم سے کیا کہوں؟" "ایک دو دن تک بتاؤں گا سب انتظام کر سکے۔"

ارمان سر مستی کے عالم میں سٹیپ شون سی دھن بجا رہا تھا۔

"ارمان! تم کب بات کرو گے اپنی ما سے۔" ملائکہ کو کچھ یاد آ گیا تھا۔

"مست جلد ذیر ڈونٹ وری۔ تمہاری فریڈ وال محلہ ٹھیک ہو جائے تو میں ممباہا کو لے کر آؤں گا جلد

ی۔" ہمیشہ کی طرح ارمان نے یہی کہا تو وہ پھر مطمئن ہو گئی۔

یو گراہم کے مطابق نرم کو سب سے پیسے اپنا سہل

فون آف کرنا تھا۔ تیمور صاحب کو روشن گھر جا کر

کہ چھوٹی بی بی یونیورسٹی میں نہیں ہیں۔ تب اس نے

سٹیل فون پہ کال کی جاتی جو پروگرام کے مطابق تھا

ہو نہ۔ کچھ اور وقت گزرے تو نرم کے پاس کی وہ ملائکہ

سے پوچھتے ہر ممکن جگہ پر اسے تلاش کیا جاتا تھا۔ اس کے

بائے جانے کے مکانات ہوتے۔ اس دوران پچھلو

خلاصہ نام ہو جاتا رات گزر جاتی جو تیمور اور سائیکس

کانٹول برسر کرتے۔ پھر اگلے روز تیمور کو کال کی جاتی۔ نرم کی

سہواٹی جاتی اور پھر ایک بھاری رقم کا مطالبہ کیا جاتا

رقم کا انتظام کرنے میں کچھ تاخیر ہو گئی تھی شاید ایک

دو دن۔ اس کے بعد رقم وصول کرنے کے بعد نرم

چھوڑ دیا جاتا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ ارمان پچھلو اور بھی

تھا۔ جو ملائکہ کو پتا نہیں تھا ارمان کو نرم شہر

ہی پسند تھی مگر جانے کیوں وہ اسے غٹ نہیں کرتا

تھی حالانکہ وہ اپنے ڈپرمنٹ سے صرف اسی کو

آتا تھا۔ اسی دوران ملائکہ سے بھی اس کی دوستی

جو نرم کی قریبی دوست تھی۔ تب ہی نرم کے

میں گاڑی انڈرٹ کے اسی کے انتظار میں تھا۔

نرم سے ہونے حسرت سے گھر کے دروازے پر گھبرا

تھی ایک ہوٹ سی اٹھی۔ آج بھی اس نے ناشتہ

کرتے تھے ہی سگوا تھا۔ گاڑی گیٹ سے باہر نکلی تو

میں کابل۔ یہاں میں پچھلو نے نکال دیا لیکن

جاری تھی۔ یونیورسٹی میں پہنچنے کے دس منٹ بعد ہی ملائکہ

نے اتار اسے کا اشارہ کیا۔ ان کے درمیان یہ طے ہوا

تھا کہ پیسے ملائکہ اور ارمان کے لئے لکھیں گے اور اس

کے بعد نرم ٹیکسی میں جاتی تھی مطلوبہ جگہ پہنچ کر

کسی کو بھی شک نہ ہو۔ نرم کو یونیورسٹی سے نکلنے کے چند منٹ بعد ہی

ٹیکسی مل گئی۔ ٹھیک چند منٹ بعد ٹیکسی والے نے

اسے اس کے بتائے ہوئے گھر کے سامنے اتار دیا۔

کراہت سے کر ٹیکسی والے کو فارغ کر کے نرم نے

ملائکہ کو فون کر کے اپنے پہنچنے کی اطلاع دی تو اس نے

خاموشی سے فلیٹ نمبر بتا کر اوپر آئے کو کہا۔

چند منٹ بعد ارمان نے دروازہ کھولا۔ "ملائکہ کہاں

ہے؟" سے نہ پا کر سزا سوال اس کے لیوں پر آیا۔ "تھوڑی دیر کے لیے گھر گئی ہے؟" بھی آئی ہوگی۔

نہیں کیا تھا اس سے ایک رکشہ گزر رہا تھا۔ اس نے

ہاتھ دے کر روکا اور گھر کا پتا بھانسنے کے بعد بیٹھ گئی۔

ایسا اس نے کیوں کیا تھا وہ خود بھی جاننے سے قاصر

تھی۔ رکشہ والا اسے گھر کے سامنے اتار کر چلا گیا۔ جونہی

وہ گیٹ سے اندر داخل ہوئی کریم بخش سے سامنا ہوا

جس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں پاس ہی ساجدہ

بھی کھڑی تھی۔ پور ٹیکو میں کوئی بھی گاڑی نظر نہیں

آ رہی تھی۔ "کیا ہوا ہے؟" اس کا مخاطب کریم بخش تھا۔

"بی بی جی! صاحب کی طبیعت اچانک صبح جنس

جائے ہی بگڑ گئی۔ بیگم صاحبہ نے آپ کے نمبر پر رپورٹ

فون کیا مگر آپ کا نمبر بند تھا۔ پھر بیگم صاحبہ نے

سلیمان صاحب کو فون کیا وہ آئے اور صاحب کو اسپتال

لے گئے۔" "کیا ہوا؟" کریم بخش بتائی رہا تھا کہ وہ چیخ

پڑی۔ "پتا نہیں مگر اس کی حالت بہت خراب تھی اپنا

سینہ مسل رہے تھے۔" یہ ساجدہ تھی۔ "مکون سے اسپتال میں پیا کو لے کر گئے ہیں؟"

"نوسے اختیار آنکھوں سے اٹل پڑے تھے۔" "پتا نہیں چھوٹی بلبل۔" آپ فون کر کے پوچھ سیں۔

ساجدہ نے مشورہ دیا۔ جلدی جلدی اس نے سائیکس کا نمبر

شہر کا ایک معیاری اور منگاپر نیوٹ ہسپتال تھا۔
 روم نمبر 27 کے باہر سائہ اور ثروت پھوپھو دور سے
 ہی نظر آئیں۔ سائہ بیگم کی سرخ آنکھیں اس بات کا
 غماز تھیں کہ وہ روتی رہی ہیں۔ ثروت پھوپھو بھی از
 حد پریشان تھیں۔
 ”کیا ہوا ہے پاپا کو؟“ وہ دوڑ کر ان کے پاس پہنچی
 تھی۔

”مارٹ اٹیک ہوا ہے۔“ ثروت کچھ کہتے کہتے
 رک گئیں۔
 ”اب ٹھیک ہیں تیمور پہلے سے۔“ آنکھیں پونچھ
 کر سائہ بیگم نے اسے تسلی دی۔ مگر فریم کو چین کہاں
 تھا۔

”اب کہاں ہیں پاپا؟“
 ”اندر ہیں فی الحال انہیں دیکھنے اور ملنے کی اجازت
 نہیں ہے۔ ان کی صحت کے لیے یہ مناسب نہیں
 ہے۔“

شام ہو گئی رات سربراہی عمرہ ابھی تک باپ کی
 ایک جھٹک بھی نہ دیکھ پائی تھی۔
 سائہ نے سمجھا بجھا کر ثروت کے ساتھ نرم کو گھر
 بھیج دیا۔

سلیمان صبح سے بھاگ دوڑ کر رہا تھا۔ تیمور صاحب
 کے باقی رشتہ دار دوسرے شہروں میں مقیم تھے ایسے
 میں سلیمان کا دم غنیمت تھا۔ ڈاکٹر عثمانی سے تیمور
 صاحب کی طبیعت کا پوچھ کر وہ سائہ بیگم کی طرف آیا جو
 اسی کا انتظار کر رہی تھیں۔

”خالہ! آئیں آپ کو گھر چھوڑ آؤں انکل رات کو
 بھی آئی سی یو میں ہی رہیں گے کل ہو سکتا ہے کہ
 روم میں شفٹ کر دیں۔ ایسے میں آپ کا یہاں رکنا
 بے کار ہے۔ میں نے ولید کو بھی فون کر دیا ہے وہ
 آجائے گا کچھ دیر تک۔ میں اور وہ ادھر ہی ہوں گے
 ہسپتال میں۔ ماما کا بھی فون آیا تھا پاپا کے ساتھ کل
 آ رہی ہیں۔“ سلیمان نے ان کے شانے پر اپنا بازو دراز
 کر کے خود سے قریب کر لیا۔

وہ ایک بیٹے کی طرح تسلی دے رہا تھا۔ سائہ کو یوں

لگ رہا تھا جیسے سلیمان کو ان کی نظر ہی لگ جائے گی۔
 انہوں نے دل ہی دل میں اسے انگریز سے نہتے کی
 پور۔ غلو ص سے ہی۔

”میں آپ کو ڈراپ نہ آتا ہوں۔“ ولید اپنی
 پہچان سلیمان انہیں گھر چھوڑنے چلا گیا اور گیسٹ سے
 ہی واپس ہو لیا۔



دو سرار روز بھی گزر گیا۔ تیمور صاحب کی حالت
 ہی تھی۔ جسم کے بائیں حصے پہ فالج کے اٹیک نے
 کی حالت کو سیریس بنا دیا تھا۔

خدیجہ اور عثمان صاحب بھی لہو ر سے آگئے تھے
 روتی سسکتی نرم کو خدیجہ نے ساتھ لگا کر تسلی دلی تو
 شاید پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ سائہ کے کسی رشتہ دار کے
 لیے اس کے دل میں نفرت نہیں جبری۔

اسے اعتراف کرنا پڑا کہ سائہ بیگم کی بہن اتنی ہی
 بری نہیں ہیں۔ تیسرے روز تیمور صاحب کو دم میں
 شفٹ کر دیا گیا۔ ان کی حالت پہلے سے بہتر تھی۔ اب
 سب گھر والوں کو تیمور سے ملنے کی اجازت تھی۔

سائہ بیگم اور ثروت پھوپھو کے ساتھ نرم بھی روم
 میں داخل ہوئی جس میں تیمور کو کچھ دیر پہلے شفٹ
 کیا تھا۔ سلیمان ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

”پاپا! آپ ٹھیک ہیں ناں۔“ وہ بے تابی سے
 ہوئے بیڈ پہ لیٹے تیمور صاحب پہ جھک گئی اور ان کے
 ماتھے اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔

آنکھ میں آئے آنسوؤں کو اس نے بمشکل
 تیمور صاحب دواؤں اور انجکشن کی وجہ سے
 میں تھے وہ بہت جذباتی ہو رہی تھی۔ سلیمان
 ہسپتال سے اس کا بازو پکڑ کر تیمور انکل کے سنے
 اسے برے کیا۔

”پلیز ٹیک اٹ ایزی۔“ وہ غصے سے پٹی
 اس پر نظر ڈالی تو آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں
 کھل گئے کچھ بے معنی سے الفاظ بھی لیوں کی
 سے آزاد ہو گئے۔

اس چہرے کو دیکھی نہیں بھول سکتی تھی۔ اس
 اثناء میں سائے بیگم بھی بڑے قریب پہنچ گئی تھیں۔
 "سلیمان! کیسی طبیعت ہے اب بن کی۔" سائے
 بیگم نے پوچھا۔ نرم کے چہرے پر ہوائیں اڑ رہی
 تھیں۔ گھر سے باہر نکل آئی۔
 مدد شکر کہ سب تیمور صاحب کی طرف متوجہ تھے
 کوئی بھی اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ مگر یہ صرف اس کی
 غلط فہمی تھی۔ جس نے دیکھنا دیکھ لیا تھا اور اچھی
 طرح دیکھا تھا۔ طویل رابداری کے تخری سر۔ تک
 اکاؤنٹنگ ہی نظر آ رہے تھے۔ نرم دیوار سے ٹیک
 لگا کر کھڑی ہو گئی۔
 "یہ سوتی صدوی تھا بالکل وہی جس کی آنکھوں پر
 اس نے اپنے ہاتھوں سے کپڑا باندھا تھا اور جس نے
 اس کے بھولے پر ہاتھ رکھا تھا۔ سو بے کے امکان جیسا
 مضبوط ہاتھ۔ تو یہ تھا سلیمان۔
 "مگر اس نے مجھے پہچان لیا اور پلٹ کر چل گیا تو؟"
 یہی ہی اس کی طبیعت خراب ہے یہ سن کر تو برداشت
 نہیں کر سکیں گے۔
 اور آج جو حماقت میں کرے چلی تھی۔ اب اگر میں
 اس وقت اس فلیٹ میں ہوتی تو۔" اسے آگے کی
 سوچ نے اسے لرزایا۔
 باہر کھڑے کھڑے اسے پندرہ منٹ سے زیادہ
 ہو گئے تھے اگر وہ اسی طرح باہر رہتی تو جانے کیا سوچا
 جاتا۔ سول کو مضبوط کر لی اللہ سے عذاب لگتی وہ دوبارہ
 اندر آئی۔
 تیمور صاحب اسی طرح غنودگی میں تھے۔ سلیمان
 "خدیجہ کے پاس بیٹھا تھا۔ وہ آہستہ آواز میں باتیں
 کر رہے تھے۔
 "نرم بیٹا! میرے پاس آکر بیٹھو۔" اسے دروازے
 کے پاس پریشان سا کھڑا دیکھ کر خدیجہ نے اپنے پاس
 بلا لیا۔
 کوئی راہ قرار نہ تھی۔
 وہ سرے سرے قدموں سے ان کے پاس آکر بیٹھ
 گئی۔

"تیمور بھائی ٹھیک ہو جائیں گے تم دعا کرو ان کے
 لیے اور پریشان نہ ہو۔" وہ کیسے پریشان نہ ہوتی اس کی
 پریشانی کے سامنے خدیجہ کے الفاظ اہمیت نہیں رکھتے
 تھے۔
 وہ چپ چپ سی تھی۔ خدیجہ دو میٹروں سے اٹھ کر
 سلیمان نے پھر پورے گھروں سے اس کا حشر لیا۔ ایک
 تک اس کے کسی بھی رویے سے یہ ظاہر نہیں ہوا
 کہ وہ اسے پہچان گیا ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ
 پہچانتا۔ مگر وہ اسے پہچان گیا ہے تو اظہار کیوں نہیں
 کر رہا ہے۔
 جانے کیا گورکھ دھندا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں
 تھا۔
 "ٹھیک ہے پہچانتا ہے تو پہچان جائے میں سب کچھ
 جاؤں گی ایسی کسی بات پر۔" نرم نے اپنی انٹی اسٹ
 دھڑی سے سوچا اور مطمئن ہو گئی۔
 تیمور صاحب کی طبیعت آہستہ آہستہ سنبھل
 تھی ڈاکٹرز کی بھرپور توجہ اور بہترین علاج کے ساتھ
 ساتھ جیسی شریک حیات کی محبت نے بھی ان کی
 طبیعت کے سنبھلنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔
 ایک ماہ سے زیادہ وہ اسپتال میں رہے تھے۔
 ڈاکٹر نے بیڈ رست کا کہا تھا ان کے جسم کا باقی حصہ
 بالکل پوری طرح کام کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔
 خود سے حرکت دے سکتے تھے لیکن کائر لیٹ پر
 تھا۔ وہ جو کچھ کہتے تھے پوری طرح نرم کی سمجھ
 نہیں آتا تھا۔
 اس دوران اس نے یونیورسٹی سے بہت
 چٹھیاں کی تھیں۔ جانے کیا بات تھی اسے ارباب
 ملائکہ کا سامنا کرنے سے خوف آنے لگا تھا۔
 دوران میں چار بار ہی یونیورسٹی گئی اس دوران ان کی
 تو شکل ہی نظر نہیں آئی ملائکہ کے بارے میں
 فیملی کے ساتھ کراچی گئی ہے۔
 اس نے شکر ادا کیا ملائکہ تو پھر بھی اس کی

حق حراہان کا خوف دل میں کنڈو مارے بیٹھا تھا۔
 جوت کی بات تھی اس ایک مہینے میں ایک بار بھی
 ملائکہ نے سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ وہی نرم تو اس
 میں اتنی بات تھیں تھی کہ وہ فون کرتی یہ اس کے گھر
 پہنچتا۔
 گورکھ کل یونیورسٹی بند تھی اگلے مہینے سے آواز
 نہیں ملے تھے۔ اس سے تو پڑھا بھی نہیں جا رہا تھا۔ ادھر
 رہیں بیگم کی طبیعت بھی خراب تھی۔ تیمور صاحب
 کے اسپتال یہ صاف ہونے سے پہلے ہی ان کی طبیعت
 گری گری رہتی تھی۔ پھر پورا ملا تیمور صاحب
 ایڈمنسٹریٹو تو وقتی طور پر انہیں اپنا آپ بھول ہی
 گیا۔
 تیمور صاحب کو گھر آئے پانچواں روز تھا۔ ایک کل
 وقتی میل ٹرس ہر وقت ان کے پاس رہتا تھا۔ ہفتی ہر
 قسم کی ضرورت کا خیاں ساتھ خود ہی رکھتی تھیں۔
 ہر کادقت تھا وہ خود سلیپ کے ساتھ لیٹ میں
 ہوتی تھیں اور تیمور صاحب کے لیے سوپ بنا رہی
 تھیں جب سوپ بنا کر وہ پیٹھے کے بافل میں ڈالنے
 لگیں تو بڑے نڈر کا چکر آیا ساتھ وہیں ڈھیر ہو گئیں۔
 ساتھ نے شور مچا دیا۔ نرم کے ساتھ باقی ملازم بھی
 بھاگے آئے۔ ساتھ بڑی مشکل سے چل کر بیڈ تک
 پہنچے۔
 نرم زندگی میں پہلی بار ان کے لیے پریشان ہوئی۔
 اس نے فیملی ڈاکٹر کو فون کر دیا۔
 ڈاکٹر سجاد جب اپنا میڈیکل بیگ لے کر گاڑی سے
 اترے تو ساتھ بیگم غزلعل سے انداز سے لپٹی ہوئی
 تھیں۔ ڈاکٹر سجاد نے چیک اپ کیا۔
 گھر کی بات نہیں ہے سسر تیمور اچھی طرح
 کی گئی ہیں اور ہو سکے تو آج ہی فلیٹ تک۔ اگر ٹیسٹ
 ملائکہ۔ "ملاؤ ان کے والد ساتھ ان کے حوالے کر کے
 چلے گئے۔
 ڈاکٹر ملائکہ نے رپورٹ ان کے سامنے رکھ دی۔

لفظ پونڈون کا منہ چڑا رہا تھا۔ سچ شادی کے چورہ سال
 بعد یوں مل رہا تھا کہ جیسے انہوں نے کوئی جرم کر دیا
 ہے۔
 رات کو سائے بیگم نے خود فون کر کے خدیجہ کو اپنی
 پریشانی سے گلہ کیا۔
 "کیسی ناشکری ہو تم۔ اللہ نے اتنی بڑی خوشی سے
 نوازا ہے اور تم ہو کہ ناشکری اور کفران نعمت کر رہی
 ہو۔ شکر لانے کے نوافل پڑھو۔ میں ایک دو دن تک
 اسلام آباد آؤں گی سوچ رہی ہوں کہ سریم کی جوڑی اور
 انگوٹھی کا تاپ لے لوں۔ تم اپنا خیال رکھو تیمور کو دیکھو
 اس کے سامنے یوں رہی ایکٹ کر دے گی تو کیا بنے گا اس
 کا؟ سر کا سامنے ہے وہ تمہارا۔ ابھی تک بتایا ہے اسے
 کہ نہیں؟" خدیجہ کو بروقت بلوایا تو پوچھ بیٹھیں۔
 "نہیں پتا! وہ مجرموں کی طرح بویں تو خدیجہ اس
 کی حماقت پر سرپیٹ کر رہ گئیں۔
 "جاؤ بیٹا! اسے خوش ہو گا۔ شاید یہ خوشی اس کی
 بیماری پر مثبت اثر ڈالے۔ اللہ نے بیمار تم کیا ہے تم پر
 اور تم ہو کہ۔" انہوں نے ان کی اچھی خاصی گلہ س
 لے ڈالی تھی۔
 فون بند کر کے وہ اپنے کمرے میں چلی آئیں۔ نرم
 باپ کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ ان کا ہاتھ ہاتھوں میں لے
 آہستہ آہستہ آواز میں ان سے بات کر رہی تھی۔
 "پاپا! آپ جلدی ٹھیک ہو جائیں گے پھر ہم ایک
 بڑی پارٹی کریں گے اور ہاں میں آپ کو لائٹ ڈراما پو
 بھی لے جاؤں گی۔" ان کے ہونٹوں پہ ایک روشن
 مسکراہٹ چمکی انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ سے اس کا
 سر پیچ کیا اور اس کا ہاتھ چوم لیا۔
 "پاپا! آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے ہاں؟" نرم
 نے ان کے دونوں ہاتھ تھم لیے تھے۔ "پاپا! آئی لو یو سو
 می ریلی۔" جذبات کی شدت سے اس کی آواز بھرا
 گئی۔
 "خوب ماڈ ہو رہے ہیں باپ بیٹی میں۔" ساتھ بیگم
 بھی دسری چیز اٹھا کر پاس بیٹھ گئیں۔
 تیمور صاحب اب واضح جیسے بولنے لگے تھے۔ دن

یہ دن ان کی حالت بہتر ہو رہی تھی۔ سارا اور نرم کو یوں پاس پاس بیٹھ دیکھ کر بہت خوش تھے آج نرم سارا کی موجودگی پہ وہاں سے ہنسی نہیں تھی۔ نرم لپیٹے سارے ہی تھے۔ پونہ رشتی میں ہونے والے دھپ و واقعات جن پہ وہ مسکراتے تھے کافی عام ہو چکا تھا نرم اس کے ساتھ پہلے پہل کر کے گڈ ٹائٹ کر کے ان کے پاس سے انہی تب سارا نے انہیں جھٹکے ہوئے بتایا۔ خوشی کی شدت سے تیمور کے لب پھر پھڑپھڑاتے اور آنکھیں نم ہو گئیں۔

☆ ☆ ☆
خدیجہ ریان کے ساتھ آئی ہوئی تھیں۔ نرم کا ارادہ تھا وہ سلام کر کے اپنے کمرے میں آجائے گی مگر ریان نے اٹھنے ہی نہیں دیا۔ انا فوسوز اور زندگیوں تھا کہ نرم کے دل سے وہ کمزور کم ہونے لگی تھی جو ساتھ بیگم کے رشتہ داروں کے حوالے سے اس کے دل میں برسر سے تھی۔ ریان کو نرم بہت زیادہ اچھی لگی تھی۔ اس نے نرم کا فون نمبر بھی لے لیا تھا۔
"میں لاہور جا کر فون کرتا رہوں گا تاکہ آپ کو میری کمی کا احساس نہ ہو۔" وہ بول رہا تھا جیسے برسوں سے اسے جانتا ہو۔
"ویسے سلیمان بھائی آپ کو کیسے لگے؟" اس نے انا اور خدیجہ کے سامنے ڈائریکٹ سوال کر دیا تو وہ دس ہو گئی۔ اسے کوئی جواب ہی نہیں بن پڑا۔
"ریان! بہن کو تنگ نہ کرو۔ انسان ہو۔" انہوں نے تیسری نظروں سے اسے دیکھا۔
"بہن بھی کتنی ہیں ممالور اوپر سے یہ بھی کہتی ہیں کہ تنگ نہ کروں یہ کیسے ممکن ہے؟"
"ریان چپ ہوتے ہو کہ نہیں؟"
"سمانیک اٹ ایزی۔ میں انگل کے پاس جا رہا ہوں۔" وہ ہمارے تیرے دیکھ کر کھسک گیا۔
"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری سارا۔" ریان کے

جانے کے بعد وہ بہن کی طرف متوجہ ہو گئیں۔
"سمیل سن لے رہی ہو باقاعدگی سے۔"
"زیادہ سے زیادہ ریسٹ کیا کرو۔ اس حالت میں خوش رہا کرو میں آپ کے پیٹنگ بھی لاتی ہوں۔" اپنے بیڈ روم میں آگایا "اچھا رہے گا۔ میری دعا ہے اللہ تمہیں صحت مند اور دل سے نوازے۔" نرم ہمارے باری دونوں کو دیکھ کر جاری تھی۔
"نرم تو بھی کوئی بہن یا بھائی مل جائے گا۔ اچھا ہے۔" ہم اپنی سیں پر ہنسی۔ کوئی دیکھ دو وہ نئے والے اپنا بھائی بھائی تھی تو ہونا چاہیے۔ "اب ساری بات اس کی سمجھ میں لگتی تھی۔
"یا کی بیماری کی وجہ سے سارا بیگم کے لیے جو مصلحت کے پیش نظر اس کے دل میں آئی تھی اب اچانک ختم ہو گئی۔ اب وہ وہی پرانی نرم تھی غرتا سرد مہری سے بھری۔
اپنے کمرے میں گھرے غصے سے مثل رہی تھی۔
"اس عمر میں سارا بیگم کو ملنے کا خیال آجائے ذرا شرم نہیں آتی اس عورت کو۔ سب جان لیں کہ یہ پیپا کی جائیداد تھی اپنے کا منصوبہ ہے۔" اس کی طرح وہ اٹھائی سوچ رہی تھی۔
جائے جاتے خدیجہ نے نرم کو سارا بیگم کا خیال رکھنے کو کہا تھا۔ وہ موقع کا انتظار کر رہی تھی۔ کن چیک اپ کے لیے جانا تھا کیونکہ سلیمان بھی گیا تھا۔ کافی دیر ہو گئی تھی اس کا خیال تھا یقیناً وہ چلے گئے ہیں۔
لیونگ روم کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کی جھلک نظر آئی تو سب کچھ یاد آگیا۔ اس کے روزانے کو پاؤں سے ٹھوکر مار کر کھول۔ ساتھ چوڑے پنیں۔
"بہت خوب سارا بیگم! اب یہ یا طریقہ۔" وہ نرم نے مجھے ہر آنے کا مکر یا د رکھنا مجھے تم سے تمہارے ہونے والے بچے سے کوئی دلچسپی نہیں اس عمر میں ملے ہوگی۔ شرم آتی جا رہی تھی۔
کیوں خیال رکھوں تمہارا۔ جاؤ یہ کوئی خیر نہ تھا۔

مٹا ہونے والی سیں ہوں۔ مائی فٹ۔" انہی قہقہوں وہ اپنا سارا زبیر پر انڈیل کے تن فون کر لیں تھی۔
"مہ کی آنکھوں میں ٹھیکیں پانی بھر گیا۔ کھڑکی کے جھوٹے سورنے۔ بیٹھ سلیمان ایک ایک لفظ من جاتا۔ اور سب سن کر اس نے اپنا غصہ کیسے ضبط کیا۔
"نرم کے نہیں آتی تھی ورنہ ضرور اسے دیکھ لیتے۔"
"حالہ! چپ ہو جائیں پلیز۔" سلیمان فیس ارد قہار رو کر دیکھ کر بہت پریشان تھا۔
حق سے لیں ہوتی آنکھیں اس کے ضبط کی دسل تھیں وہ سلیمان کے کندھے پر سر رکھ کر رو رہیں۔ کتنے سالوں کے وہ دیکھ تھے سلیمان نے انہیں گل کر بولنے دیا تھا۔

☆ ☆ ☆
آکر مز شروع ہو چکے تھے پہلے پیر والے دن ملائکہ نے اسے پکڑی لیا اور کتنی دیر اسے تیر نظروں سے گھورتی رہی۔
"بہت چھ کیا تم نے میرے ساتھ اور وہ امدان اس نے طعنے دے دے کر میرا برا حال کر دیا ہے کہ دیکھو تمہاری بیسٹ فرینڈ نے کیا ہاتھ دکھایا ہے نہیں۔ کیوں عتاب ہوئی تھیں تم وہاں سے اس ہون۔" نابھوڑ سوال سے وہ گھبرا گئی۔
"ملائکہ! اپنی طبیعت بہت خراب ہے تم نے کن سا ایک روز بھی مجھ سے پوچھا کہ ذرا ہو کہ مرگئی میں بہت پریشان ہوں۔ تم اس روز فلیٹ میں نہیں تھی تو میرے دل نے کہا کہ میں سے نکل جاؤ۔ پتا نہیں کیوں مجھے امدان کی نگاہیں بہت بری لگتی ہیں۔" کہ تھا کچھ کہ میں نکل آئی وہاں سے تمہیں بتائے۔
"نرم پسے کے مقابلے میں بہت کمزور لگ رہی تھی۔" امدان نے بعد میں مجھ سے بہت غصہ کیا میری اس کے ساتھ اس وجہ سے لڑائی بھی ہوئی۔ میں جیسے ہی

فلیٹ پہنچی اس نے کہا کہ میں پونہ رشتی واپس چلی جاؤں تاکہ تنگ نہ ہو کسی کو۔ اس لیے میں چلی گئی تھی۔ اب کب ارادہ سے کڈ پ ہونے کا؟" خرم میں وہ شوخی سے ہون تو نرم کو بہت برا لگا۔ "اس سے ایک بار بھی چپ کی طبیعت کا نہیں پوچھا تھا۔"
"اب میرا کوئی ارادہ نہیں ہے ایسا کیونکہ آکر مز کے بعد میری شادی ہے۔" نرم ایک لمحے میں صدیوں کی بیمار نظر آنے لگی تھی۔
"میرا نکاح اسی لڑکے کے ساتھ ہوا ہے جس کو تم نے لٹو سخر اور فون کا پتہ دیا تھا۔"
"سچ کہہ رہی ہو۔" ملائکہ کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ "اس نے پوچھا لیا ہے تمہیں؟"
"بظاہر ایسا لگتا تو نہیں ہے۔"
"یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔ کل کو ہمارے لیے براہم کری ایٹ ہو سکتی ہے۔" ملائکہ پریشان ہو گئی تھی۔ "تم اسے بتاؤ گی تو نہیں؟" اس نے احمقانہ سوال کیا۔
"میں نے بتا کر پھنسا نہیں ہے۔ پتا نہیں کیا ہو گا۔ اس نے مجھے نہیں پوچھا ہے ورنہ خاموش نہ رہتا اور میں کیوں ڈروں ایسا کیا کیا ہے میں نے۔" خرم میں وہ ہنس دھری سے بولی۔
"ملائکہ! اپنی طبیعت بہت خراب ہے میں نے اسے روزوں کا گنا مانا تھا اور وہاں سے نکل نکلی تھی۔ اسی روز صبح کے وقت پاپ کی طبیعت خراب ہوئی تھی۔ مجھے نہیں پتا تھا کیونکہ سیل فون میں نے آف کر دیا تھا۔ تم اگر فلیٹ پہ ہوتی تو شاید میں وہاں سے نہ آتی۔" یہ بھی میری خوش قسمتی ہے کہ تم وہاں نہیں تھیں۔
"نرم! اے گا مگر میں اپنی فیسگو تم سے میٹر کرنا چاہوں گی امدان کے بارے میں کہ اس کی نگاہوں میں وقاف نہیں ہے وہ جب بھی میری طرف دیکھتا ہے پور لگتا ہے کہ۔" اس نے بولتے بولتے جملہ لومور اچھوڑ دیا۔ "ملائکہ کبھی تم نے لوگوں کی باتیں سنی ہیں جو وہ امدان کے بارے میں کہتے ہیں۔ میری بات تو اس سے فرزند شب ختم کر دے۔ بھوانہ ذہنیت کمال ہے یہ نہ

ہو تم کسی مصیبت میں پھنس جاؤ۔ پہلی بار ہم نے تقریر کی خاطر سب کیا تھا۔ ہماری نیت یہ تھی کہ اس لیے ہمیں نقصان نہیں پہنچاؤں۔ سچو ہم سے کچھ انٹائیڈ ہوا ہو جاتا تو۔ تم اربان کی بات نہ بناؤ۔

نرم کو مدد ملنے اپنے آپ کا قصہ اسے دینا سوچنا چھوڑ کر ملی آئی۔ اسے مانگہ اور اربان سے ڈر گئے گا۔ تھوڑا سا اور تانیہ کے یکدم پیچھے ہٹنے کی وجہ سے بھی سمجھ میں آئی تھی۔ مانگہ انہیں بزدل کہتی تھی مگر نرم کا خیال اس بدل چکا تھا۔

”مگر کیوں کو ذرا سا بزدل ضرور ہونا چاہیے ورنہ اس خسارہ ان کا نصیب بن جاتا ہے۔“ پچھلی سیٹ پر نرم دراز نرم سوچتے ہوئے غائب دماغی سے باہر آئے۔

ابھی نرم کے اگلا مز ختم بھی نہیں ہوئے تھے کہ گھر میں شادی کی تیاری شروع ہو گئی۔ تیمور صاحب اسٹک کے سہارے چند قدم اٹھانے کے قابل ہو گئے تھے۔ جلد از جلد نرم کو وہ لہجہ یاد دلانا چاہتے تھے۔

سلیمان نے غصے سے منع کیا تھا کہ چیز کے نام پر وہ کچھ نہیں لے گا۔ اس معاملے پر وہ کھپڑا ماز کرنے کو تیار نہیں تھا۔ اس لیے ملے ہوا تھا کہ صرف نرم کے کپڑے اور دیگر چھوٹی موٹی چیزیں لیا جائیں۔

نرم بے دلی سے پیچھے رہے رہی تھی۔ تیمور صاحب بہت خوش تھے۔ بڑے شوق سے نرم کے لیے کی جانے والی شاپنگ دیکھتے۔ البتہ نرم کوئی دلچسپی نہیں لے رہی تھی۔ ساتھ ہیگم کو اس کا مونہ رو بہ مگر ڈرانے لگا تھا۔

جس دن اس کا آخری پیر تھا اس کے اگلے دن میلار کے بعد نرم کو باپوں نے شادی کر دیا۔

مدداتی پہلے کپڑوں میں ملے نرم اور اس اور اس کی نظر آئے تھے ہر جگہ بہت چماری لگ رہی تھی۔ تانیہ اور مانگہ کے ساتھ ساتھ ان کی فیملی بھی الوانٹ تھی۔ مگر مانگہ نہیں آئی۔ حالانکہ ساتھ ہیگم طبیعت کی

خوابی اور مصروفیت کے باوجود نرم کی دوستوں کے خود گئی تھیں۔

مندی والے دن کچن پر ہی آواز سنائی دی۔ رہی تھی۔ نرم کی طرف سے سب سلیمان کے آئے ہوئے تھے مندی کی رسم کرنے اسے دوستوں اور کزنز سے مل کر بہت خوب صورت ڈیکوریشن کی تھی۔ مانگہ ان کی تھیں مگر نرم کی اور گھر اس بطور کے ساتھ مانگہ اور تانیہ پیش پیش تھیں۔

دو دنوں نے مندی نے خال خال اٹھائے ہوئے تھے۔ رائی لٹو سے سچا ہوا تھا۔ پھولوں کی پتیوں پر کر کے ان کا استقبال ہوا۔ پھر ان سب کی خاطر ان کی گئی پھر گلوں کا مقابلہ ہوا۔

اس کے بعد مندی کی رسم شروع ہوئی۔ سلیمان باہر تھا۔ سلیمان کی کزنز اسے زبردستی لے کر آئیں۔ مندی لگوانے کے موڈ میں نہیں تھی۔

مانگہ اور تانیہ ساتھ ساتھ تھیں۔ انہیں سلیمان کو دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ اب جب وہ دیکھتی رہ گئیں۔ وہ سلیمان کو پہچان گئی تھیں۔

”تانیہ! یہ تو وہی ہے۔“ مانگہ اسے قدرے تھک سی جگہ لے آئی۔ دونوں اس کے بارے میں باتیں کر رہی تھیں۔

”ہاں میں پہچان گئی ہوں۔ ساتھ ساتھ تانیہ کی باتیں کر رہی تھیں۔

”یہ پوچھیں آئیں ہیں اور نرم کے ملنے سے۔“

”میرا دل گھبرا رہا ہے۔“ مانگہ نے کہا۔

”سب جانتی ہیں۔“

مانگہ نے اسے گھور کر دیکھا۔

”کل تو نہیں ہو گئی ہو یہ موقع ہے اس کی بات میں نہیں چاہتی نرم کی لائف ڈسٹرب ہو۔“

”ہو سکتا ہے کہ میں ساتھ ساتھ کو بتاؤں کہ۔“

”ہم سے ہو گئی ہے۔“ مانگہ اس کے مقابلے میں دار تھی۔

تانیہ بھی حلق ہو گئی۔ یہ فیصلہ کرنے کے

مندی نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا اور آئیں کھیں کر اسے غور سے دیکھنے لگی۔ ان کے من کا ہوا پھول ان کی پہچان۔ جب نرم نے توبہ میں پہلی گھر مٹی نرم کو ان کے ہاتھوں میں دیا تو کیسا سکون ان کے دل میں اترتا تھا۔

ابھی نرم کی رسم نہیں رہی تھی یا نہیں سل کی ہو چکی تھی۔ وہ کزنز ہی نرم جس کو پہلی بار سینے سے لگاؤ کو اس نے اہم ہونے کا احساس ہوا تھا وہ اب پرانی ہوئے جاری تھی۔ کسی اور کے آنگن کو مرنے جارہی تھی۔ بس ایک دن کی بات تھی پھر اس نے اوسیاں اور دوڑا پھوڑ کر چلے جانا تھا۔

وہ کا کیا احساس تھا جس نے ان کو اپنی پیٹ میں لگا تھا پھر جس نے کب آنسوؤں نے آنکھوں کو دھواپا تھا ان کی خبر ہی نہیں ہوئی۔ نرم ان کے سینے سے لگی ہوئی رہی تھی۔ ثروت پھوپھو نے بمشکل تمام

مندی پر رکھ دیا۔ سب گھبرا گئے تھے۔ دربار اسوں نے بیاتی رہوں میں خوشی اور خوش و خروش سے دھڑکتی تھی۔

رات کا یہ وقت چکا تھا۔ سلیمان کے کمرے ابھی کچن کے پاس تھیں کیا تھا۔ ان کے گھر میں جہاں وہ رہتے تھے۔ ثروت پھوپھو کے ساتھ ایک رشتے کی خال۔ نرم کے پاس تھیں۔ تیمور صاحب بھی سلیمان کی سندھی میں بہنوئی کے ساتھ گئے تھے اور کچھ وقت گزار کر واپس آ گئے تھے۔

نرم کے کمرے میں آگئے جہاں ثروت بھی موجود تھیں۔ فیند کسی کو بھی نہیں آ رہی تھی۔ نرم کارٹ پر بیٹھی ہاتھوں میں پیسے گجروں کی پتیوں کو توڑ کر بھینٹ رہی تھی۔ تیمور صاحب پاس رکھے ہوئے تھے۔ نرم بھی کارٹ سے اٹھ کر ان کے پاس آئی۔

”اپنا آپ ٹھیک ہیں۔“ نرم نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

انہوں نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا اور آئیں کھیں کر اسے غور سے دیکھنے لگی۔ ان کے من کا ہوا پھول ان کی پہچان۔ جب نرم نے توبہ میں پہلی گھر مٹی نرم کو ان کے ہاتھوں میں دیا تو کیسا سکون ان کے دل میں اترتا تھا۔

ابھی نرم کی رسم نہیں رہی تھی یا نہیں سل کی ہو چکی تھی۔ وہ کزنز ہی نرم جس کو پہلی بار سینے سے لگاؤ کو اس نے اہم ہونے کا احساس ہوا تھا وہ اب پرانی ہوئے جاری تھی۔ کسی اور کے آنگن کو مرنے جارہی تھی۔ بس ایک دن کی بات تھی پھر اس نے اوسیاں اور دوڑا پھوڑ کر چلے جانا تھا۔

وہ کا کیا احساس تھا جس نے ان کو اپنی پیٹ میں لگا تھا پھر جس نے کب آنسوؤں نے آنکھوں کو دھواپا تھا ان کی خبر ہی نہیں ہوئی۔ نرم ان کے سینے سے لگی ہوئی رہی تھی۔ ثروت پھوپھو نے بمشکل تمام

دونوں کو چپ کرایا۔

”تیمور! کچن چلے ہوئے ہو۔ کون سا نرم سلت سمندر پر جارہی ہے۔“ وہ جانتی تھیں تیمور کے لیے بیٹی کیا حیثیت رکھتی ہے۔

”تیمور! کچن چلے ہوئے ہو۔ کون سا نرم سلت سمندر پر جارہی ہے۔“ وہ جانتی تھیں تیمور کے لیے بیٹی کیا حیثیت رکھتی ہے۔

”تیمور! کچن چلے ہوئے ہو۔ کون سا نرم سلت سمندر پر جارہی ہے۔“ وہ جانتی تھیں تیمور کے لیے بیٹی کیا حیثیت رکھتی ہے۔

”اپنا! کیا دیکھ رہے ہیں۔“ وہ کافی دیر سے ان کی نظروں کا ارتکاڑ محسوس کر رہی تھی۔ پلا آخر رہا نہیں گیا تو پوچھ ہی بیٹھی۔

”تھیں دیکھ رہا ہوں۔“ وہ برکت ہوئے تو نرم کو کوشش کے باوجود یہ کہنے کی جرات نہیں ہوئی کہ ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں جیسے کہ یہ دیکھنا آخری بار ہو۔

اپنی ہی سوچ سے اس کے وجود میں اک سرد لہری دوڑ گئی۔

”ساتھ تم سے بہت سی رکرتی ہے ایک ماں کی طرح۔ اسے حسرت ہی ہے کہ تم اسے ماما کہہ کر بلاؤ تو کیا اس کی یہ خواہش پوری کرو گی؟“ انہوں نے اس کا سراپے سینے پر رکھتے ہوئے سرگوشی میں پوچھا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی۔ ثروت پھوپھو ہاتھ میں لے اٹھائے کمرے میں داخل ہوئیں۔

”تھیں تو بہت تھک گئی ہوں۔“ ثروت کی ہنگاموں میں ایسے ہی ہوتا ہے۔ بھاگ دوڑ کر کر کے میری ہاتھوں کا تو حشر ہو گیا ہے۔“ چائے کے کپ باری باری تیمور اور نرم کو پکڑاتے ہوئے انہوں نے تھکن کا ہونا دلیا۔

وہ کافی دیر بیٹھے ہاتھیں کہتے رہے۔ باہر گاڑیاں رکنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد ساتھ بھی آئیں ساتھ تانیہ اور مانگہ نور بھی تھیں۔

"نریم! سلیمان بھائی بہت تھک گیا ہے۔" نریم نے سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا مگر وہ بے حد خوش تھی۔ بیٹے محبوب کی بولی پر چھائیں اس کے پر دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

"ہاں نریم آئی! آپ بہت لگی ہیں۔" یہ ثروت پھوپھو کی سب سے چھوٹی صاحبزادی اسی تھی جس نے یہ چٹکلا چھوڑا تھا۔

ایک صبح سی مسکراہٹ اس کے لبوں پہ آئی۔

"تیس اور لگی۔ ہونہ اچھا مذاق ہے۔" وہ بول رہی تھی۔

جائے پی کہ ماہ نور وہیں کا بہت پہاڑ تھا۔ ثانیہ نے نریم کو ہندی بھی لگایا تھا۔ ثروت نے ان دونوں کے علاوہ باقی سب کو زبردستی سونے کے لیے بھیجا۔ اب کمرے میں وہیں بیٹھیں۔

"چلو! ام کیسے سے نیک لگاؤ۔ بیٹھے بیٹھے تھک جاؤ گی۔" ثانیہ نے کون پکڑ لی۔

ماہ نور نے ہلکی آواز میں میوزک لگایا۔ وہی دونوں بول رہی تھیں نریم خاموش اور ابھی ابھی کی تھی۔

"لو اس کیوں ہو ڈیرا خوش ہو جاؤ۔ کل کو آخر سرال جانا ہے۔ اتنا ڈھنگ اور پنڈ سم دلو ہے۔ دل چاہ رہا ہے چھلکس ہو جاؤں تم سے۔" ثانیہ کا انداز مزاحیہ تھا جبکہ وہ کہیں اور ہی پکڑی ہوئی تھی۔

"سلیمان بھائی نے کسی بھی قسم کا جیز لینے سے انکار کر دیا ہے۔" ماہ نور نے ابھی ابھی اسے جو خبر دی تھی بالکل نئی تھی۔ وہ تکیے سے اٹھ گئی۔

"اچھا؟" اسے یقین نہیں آیا۔

"ہاں صرف کپڑے وغیرہ لیے ہیں انہی ساتھ لے۔" سلیمان بھائی تو یہ بھی نہیں لے رہے تھے مگر تیمور انکل کی طبیعت کی وجہ سے خاموش ہو گئے کیونکہ انکل نے کہا تھا کہ میری بیٹی براہیڈل میری پسند کا پسند ہے۔ تیمور انکل نے خود جا کر آؤر دیا تھا۔ اتنا ہمارا ہے تمہارا براہیڈل۔ انہی نے ہاں بولے دن مجھے دکھایا تھا۔ مجھے تو سلیمان بھائی کی پوری فیملی ہی بہت سلجھی ہوئی تھی

ہے۔" ماہ نور کے الفاظ سے ملک رہا تھا کہ وہ بے متاثر ہو چکی تھی۔

ہندی لگانے کے بعد ثانیہ نے فوراً سو گئی۔ تیمور اس سے پہلے ہی ہندی کی وادی میں پہنچ گئی تھی۔ ہولی تو نریم بھی کسی طرز سے ہندی میں آ رہی تھی۔

فجری اذان ہوئی تو تیمور صاحب جاگ رہے تھے۔ آج پوری طرح متوجہ ہو کر انہوں نے اذان کی گئی پورے طور پر دیکھ کر فحری نماز ادا کی اور پورے حضور و حضور کے ساتھ دعا مانگی۔ اسیں بیدار ہوا کر ساری بھی اٹھ گئیں۔

و دعا مانگ کر اٹھے تو ایک انوی سا سکوٹا ان کے چہرے پہ چھل ہوا تھا۔

"نگاہ آج آپ کی طبیعت کافی بہتر ہے۔" تیمور ان کی چستی دیکھ کر خوش ہو گئے۔

"ہاں میں بالکل ٹھیک ہوں نریم کو رخصت ہونا ہے۔" نریم کے نام۔ ایک محبت سی ان کے لیے تھی۔

اتر آئی تھی جسے ساتھ تیمور نے بھی محسوس کیا تھا۔ شام کو پار لہ جانے سے پہلے تیمور صاحب نے بہت پیار کیا۔

نریم کی بیٹی کی مانند ہانسیوں میں سے کے سینے سے لگا لودہ بھی وہی سات ساتھ نریم کے لیے جیسے اس کو محبت ابھی چھوڑ کر گئی ہوں۔ بڑی دیر پہ طوفان تھا۔ اور جب وہ تیار ہو کر واپس آئی تو ابھی تیمور صاحب نے ہی ہاتھ پکڑ کر اسے گائیڈ کرنے میں مدد دی۔ لنگاہت بھاری تھا۔ ایک طرف سے تیمور صاحب اور دوسری طرف سے ثروت پھوپھو نے اسے تھما اور اندر لائے۔

تب تیمور صاحب نے بھاری دوشہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ بہت حسین لگ رہی تھی وہ۔ انہوں نے پیار سے اس کی پیشانی چومی۔

"آپ بالکل دونا نہیں ہے۔" انگلی سے اس کی پیشانی سے ہانوں کی لٹا احتیاط سے پرے کرتے کرتے انہوں نے دوستانہ وار نکل دی تو نہ چاہتے تھے کہ

مسکرا دی۔

تیمور صاحب فحری چس میں بہت گرمیوں فل ملک سے بھاری سے تیمور ہو گئے تھے مگر ان کی طبیعت میں کسی اتلی تھی۔

"نریم کے لیے میں فی اتری تو تیمور نے اسی وقت اسے اٹھا۔ تو وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتے کرتے اپنے کے بعد سلیمان کو اسٹینچ نریم کے پاس پہنچا۔

رخصتی سے کچھ دیر قبل ثروت پھوپھو نے نریم کے کال میں سرگوشی کی تھی۔

"جب تیمور مٹے تو دونا بالکل نہیں کیونکہ تمہارے دانت سے وہ ڈسٹرب ہو گا اور ڈاکٹر نے نیشن لینے سے منع کیا ہے۔" پھوپھو کہہ کر دور ہٹ گئیں۔

پھر پھوپھو کی بدایت کے مطابق اس نے دل کو پھر کر لیا تھا۔



اپنے وجود میں خوشبو سیٹھ دینا ہے کاروبار چلے اور رات اور رات جوڑے سے آراستہ اس چہرے کو گلے لگا کر آج سے پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ اسپتال میں اسے دیکھ کر اس نے اپنی حیرانی ظاہر نہیں ہونے دی تھی کیونکہ تیمور صاحب کا وہ اپنے والد جیسا ہی احترام کرتا تھا۔

ایک تجسس ضرور تھا کہ پوچھے تم ان لوگوں کے ساتھ کیوں تھی کیوں کیا تھا سب انکس اس کے وجود اس تجسس میں غرت شامل نہیں ہوئی تھی۔

سلیمان سفید کائن کے کرتے شلوار میں لباس اس کے مقابل میں تھا۔ کسی دلکش سے کون کی منکس نے نریم کے گرد گھیرا ڈال تھا۔ نریم کا آئین چہرے سے کچھ کھٹکا ہوا تھا اس لیے وہ اسے بڑی توجہ سے دیکھ رہا تھا۔

اس کی جھکی ہوئی پلکیں لرز رہی تھیں۔ یہ توئی اب ہم ایک دوسرے میں بیوی ست کسی کی کمالی کو شروع کرنے کی دعوت دے رہے تھے۔ نریم کے دونوں ہاتھ

گو میں دھڑے تھے۔ سلیمان نے فوراً اس کے ہاتھوں کی طرف دیکھا اور دائیں ہاتھ کو اپنے منہ پر ہاتھوں میں سے کر دیا تو نریم کے لبوں سے ہلکی سی آواز گئی۔

"بہت خوب نیر دہی ہاتھ ہیں۔ میں پہچان تیرا ہوں۔" نریم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ "میرا مطلب ہے کافی خوب صورت ہاتھ ہیں نازک اور آرنسٹک بہت نرم لگی ہیں۔" سلیمان نے ابھی تک اس کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ "چو لری بھی بہت خوب صورت پاسی ہے۔" وہ اس کی کارٹیوں کو بغور دیکھ رہا تھا جو کہنیوں تک ہندی کے خوب صورت ڈیزائن سے سجی ہوئی تھی۔ اب سلیمان کا ہاتھ اس کی کارٹی پہ تھا۔ نظریں ایک پل میں اس کی گردن میں سجے جڑوا ہار کانوں میں پٹے تھمکوں کو چھو آئیں ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر اس نے نریم کے ماتھے پہ چھوٹی سٹ پیچھے کی۔ جانے کیا تھا وہ ایک دم پیچھے ہوئی تھی۔

"اس کی گھڈی سلیمان کی گرفت میں تھی جس میں ہلکی گھڈی تین چار چوڑیاں ٹوٹ گئی تھیں۔

اس کے بازو پہ چوڑی کا ٹکڑا چھ جانے کی وجہ سے خون کا ایک قطرہ ابھر آیا تھا۔

"کوئی ہت نہیں دشمنی میں سب چلتا ہے۔" اس نے مخصوص کمرے لیے جس میں بول تو نریم کو بے انتہا خوف محسوس ہوا۔

دل چاہ رہا تھا یہاں سے بھاگ جائے۔ سامنے بیٹھا شخص جو اسے مسلسل اپنی پُرسوں نگاہوں کی گرفت میں لیے بیٹھا تھا اپنے کس سے اس کے دل کو دھڑکا رہا تھا۔

"بہت حسین لگ رہی ہو۔ ایک ایک نقش سرج بول رہا ہے۔ یہ آنکھیں۔" سلیمان کی انگلی اس کی بند آنکھوں پہ دھری تھی "یہ ہونٹ یہ گردن یہ وجود۔" سلیمان کا ہاتھ بول رہا تھا۔ "یہ ہار امار دہلی۔"

سلیمان کے دونوں ہاتھ اس کی گردن کی طرف بڑھے۔ "نن۔ نن۔ نہیں۔" لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے لبوں سے نکلے۔ پہلے وہ پیچھے ہوئی پھر پیٹھ سے ہی اتر

مٹی۔ ذرا تار دوپٹے میں جوڑی گئی تھی تو پہلے ہی
 ٹھل چکی تھی اب جو یوں ڈار کے پیچھے ہوئی تو وہ بڑے سر
 سے اترتی گئی۔ سلیمان کھول میں اس تک پہنچی۔
 "سوٹ ہارٹ کیا ہوا؟" وہ انہیں پنے سے بولا
 نرم کو اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔
 "مجھے ڈر لگ رہا ہے پلیز چھوڑ دیں۔" نرم نے
 اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے دبا دھکیلتا تھا۔
 "اس وقت ڈر نہیں لگ رہا تھا جب ایک چوٹ
 کے مو کو زبردستی گاڑی میں بٹھا کر آنکھوں پر پٹی باندھ
 دی تھی۔" سلیمان کے لہجے سے ساری رسی
 رخصت ہو چکی تھی۔
 "ہو ہو۔ بولو کیا منصوبہ تھا تمہارا اور تمہاری
 دوستوں کا؟" نرم کا ہاتھ اس کی غت گرفت میں
 بڑھا کر رہا تھا۔ "تمہوں میں آنسو بھی آگئے۔" تمہارے
 اس خوب صورت وجود میں بے رحم دل ہے۔"
 سلیمان کا لہجہ آگ پر سا رہا تھا۔ اسی دوران اس کا
 موبائل فون گنگنایا۔
 اس نے خوبصورت چہرے پر ہلے کل ریسیو کی۔
 "کیا کہہ رہے ہو بیان؟" کیسے ہول میں ابھی آ رہا
 ہوں۔" وہ فون سن کر انہی قدموں پر روانہ کھول گیا ہر
 چارگیل چند منٹ گزرے تھے کہ خدشہ نرم کے پاس
 آئیں۔
 "بیٹا! کپڑے بدل سو۔" من کا لہجہ نرم اور عجیب تھا۔
 "آئی کیا ہوا؟" اس کے دل میں کسی انمولی کا
 خدشہ جاگ۔
 "جلدی کپڑے بدل دو ہمیں تھوڑی سی طرف جانا
 ہے۔ طبیعت خراب ہے ان کی۔"
 "ہمارا جلدی کریں گاڑی میں بیٹھیں۔ بیان گھر
 لا کر کے آجائے گا۔" سلیمان دوبارہ بیڈ روم میں
 آیا۔ نرم کپڑے تبدیل کر کے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔
 "آپ دونوں گاڑی میں بیٹھیں میں آ رہا ہوں۔" وہ
 اینڈالٹ ہو کر رہا تھا۔ خدشہ نرم کو ساتھ لے گیا ہر
 گھڑی گاڑی میں بیٹھ گئیں۔

جو خیال تھے نہ قیاس تھے ہی نہ۔ مجھ سے مجھ
 جو محبتوں کی اسس تھے دن لوگ۔ مجھ سے مجھ
 نہیں ہوتا ہی نہیں یہ دن میں لوگ میرے چہرے
 مجھے ہر طرف۔ نہ اس تھے ہی نہ۔ مجھ سے
 مجھے کو بھری رہا تھا کہ سراب اور مناس
 مری ہر مری کی بیاں تھے ہی نہ لوگ۔ مجھ سے
 حسین قتل کرنا نہ میں وہ شہید رہا ہر
 نہ مری طلب مری تھے ہی نہ۔ مجھ سے
 مری عزتوں سے آپ تھے مری چوتھے میرا وہ
 وہ جو دور و شب میرے پاس تھے وہ نہ۔ مجھ سے
 "ایسا اگر بھلا رہا بھی پتا چل جاتا تو میں۔ جاتی۔
 مجھے کیوں پتا نہ چل کا کہ آپ مجھے چھوڑ کر چلے
 والے ہیں۔" وہی چلتی نرم کو سنبھالتا مشعل ہوتا
 تھا۔
 ساتھ بیگم کر کر ایک ایک کو دیکھے جا رہی تھیں۔
 نرم کی رخصتی کے بعد تیمور صاحب اندر آئے
 گئے تھے۔ بہت خوش تھے کہ بی بی کا فرض خوش
 سے لوا ہو گیا ہے۔ سہان جو دھڑکے سر سے
 تھے ابھی تک اور مری تھے۔ ساتھ ملازموں سے کام
 رہی تھیں۔ جب فائبر ہو کر اندر آئیں تو وہ اپنی
 سو رہے تھے۔ اس قدر سکون تھا کہ ان کے ہر
 لگی نہیں رہا تھا اس شخص میں زندگی کی ہر
 ہے انہیں وہاں ہارٹ اٹیک ہوا تھا جو کہ جان
 ثابت ہوا تھا۔
 سلیمان نے اس موقع پر بیٹے والی ساری
 بھائی۔ ساتھ کو وہ سارا دیکھا کچھ بھی نہیں
 لے۔ سلیمان نے کسی نہ کسی طرح انہیں کھانے
 تیار کر دیے۔
 ایک کپ روہ کے ساتھ ڈبل روٹی کا سلا
 انہوں نے مشکل سے کھلا تھا۔ لوہہ سر منہ
 کمرے میں پڑی تھی نہ بولتی تھی نہ ہر آئی
 خدشہ تو ازیں سے کہیں ہو گئی تھی۔
 اس نے وہاں کھول دیا کھانا ہر مری نہیں
 لے اسے بہت سمجھا۔ مگر کھانا دیکھ کر اسے

بہا رہا وہیں لگ رہا تھا کہ کسی بے جان شے سے
 چھبے۔
 "میں نے اسے باہر بھیجا۔"
 وہ کھینٹ چکے تھیں وہ سر کے نیچے
 ہو کر رہا تھا۔
 "میں نے اسے باہر بھیجا تھا کہ آپ سے
 اس میں جان نہ رہے۔ آپ کو دیکھ لیتے تو جانتے کیا کر رہی
 رہی۔" یہیں شہباز اساتہ خاں کو بھی آپ نے ہی
 ہر دلی ہے اساتہ نہیں اور پہلے توڑا سا کچھ
 ہیں۔" سلیمان نے اس کا کھنٹا دیکھا۔ رکھا سر اٹھایا۔ بند
 لکڑی کے پیچھے مٹی چمک رہے تھے۔
 "شہباز نرم اساتہ کیس خود کو۔"
 کتا مہل لگ رہا تھا اس سے وہ نرم کے خط کا
 پتہ من نہ گیا۔ وہ کسی کے گلے لگ کر نہیں
 مری۔ کمرے میں اس شخص نے یہ بھی قسم توڑ دی
 تھی کہ اس سے پتہ کریں گی کہ وہی۔
 وہ اس کا سر سہل رہا تھا۔ "شہباز اب جب
 ہوا میں اور ساتھ خاں کے پاس آکر بیٹھیں۔ مجھے بھی
 بہت پریشان ہیں۔" بہت دیر بعد جب وہ پر سکون ہوئی
 تو سلیمان نے اس کے "موصاف کے۔
 "آج تو دیکھا ہے۔ آندھ میں رونا۔ مرنے والے
 کی مدد کو تکلیف ہوتی ہے۔" نرم اس کے
 ہاتھوں کا سہارا لے کر کھڑی ہوئی۔ اس کا دھڑکنے
 گھنٹ پر ہاتھ سلیمان نے اٹھا کر اس کے کندھے پر
 دھکے نرم کے ہاتھ ہاتھ سے ابھی تک صندی کی
 خوش آ رہی تھی۔ غصہ و فکر ذرا بھی مدد نہیں
 دے تھے۔
 "خیر مجھے اسے پاس بٹھالیا۔ نرم کے سامنے
 لگو گی نی نی اور لو اس ی جانے کیلئے اسے انہی
 کی کہ نرم نے نظریں چرائیں۔
 ○ ○ ○
 تم نہیں ہو تو ایسا لگتا ہے
 چھوڑاں ہو رہا ہوں ارجیات

جیسے خوابوں کے رنگ پھیکے ہوں
 جیسے لکھنوں سے سوئے رہتی ہو
 جیسے سانسوں کے تار بکھرے ہوں
 تم نہیں ہو تو ایسا لگتا ہے
 جیسے خوشبو نہیں ہو کلیوں میں
 جیسے سنا ہوا ہوشیوار
 جیسے کچھ بھی نہیں ہو کلیوں میں
 جیسے خوشیوں سے سوئے رہتی ہو
 جیسے جذلوں سے تشنہ نہ ہو
 تم نہیں ہو تو ایسا لگتا ہے
 جیسے اک مری مسافت پر
 ات کچھ بھی سمجھ نہ آتی ہو
 جیسے چپ چاپ ہوں آرزو کے شجر
 جیسے رنگ رنگ کے سانس چلتی ہو
 جیسے بے نام ہوں دعا کا سفر
 جیسے قندلوں میں عمر کتنی ہو
 تم نہیں ہو تو ایسا لگتا ہے
 جیسے اک خوف کے جزیرے میں
 کوئی تو اندھے کے چھپ جائے
 جیسے شے ہوئے اچانکی
 تم کی پروا سے آنکھ بھر گئے
 تم نہیں ہو تو ایسا لگتا ہے۔
 تیمور صاحب کو اس دنیا سے گئے ہوئے دو ماہ سے
 زائد ہو گیا تھا مگر ساتھ بیگم کو ان سے جدائی کا زخم آج
 بھی تازہ لگتا تھا۔ ان کی پہلی کسی کو سلتا گزر چکے
 تھے۔ جوں جوں نام گزر رہا تھا ان کی تکلیف بڑھتی
 جا رہی تھی۔
 آج نرم کو بھی جانا تھا۔ خدشہ ذرا دھما دھما رہی۔ من
 کے پاس رہی تھیں۔ نرم بھی ابھی تک نہیں گئی۔
 سلیمان اس دوران وقت ٹھل کر روز تک ٹیکڑی کا
 غیر سلیمان سے رابطے میں تھا وہ ایماندار شخص تھا۔
 سلیمان بھی صورت حال سے آگاہ تھا کہ اس کے ابھی
 تک کوئی گزیر نہیں ہوئی تھی۔
 ساتھ بیگم نے ہی سلیمان سے کہا تھا کہ نرم کی سہلی

کملی مضرب ہی اک
قصہ لایاں ساک
بچنے کو بچانے کو
مل کا ہونا ضروری ہے



ساتھ بیگم کی بڑی بھلی نے گاؤں سے ایک میاں
بیوی کو اس کے پاس بھیجا تھا۔ اہل حاجہ نور خدا بخش
کے اہل کوئی اولاد نہیں تھی۔ دونوں شروع سے ہی اس
کے نیچے میں کام کرتے آئے تھے۔

قتل اعجاز اور قاتل بھروسہ تھے۔ اس لیے انہوں
نے ساتھ بیگم کے پاس بھجوا دیا۔ ویسے بھی ان حالات
میں اس کے پاس کسی بکھرے دار عورت کا ہونا ضروری تھا
اور اہل حاجہ ان خصوصیات پر پوری اترتی تھیں۔

ان دنوں میاں بیوی کو یہاں آئے چند دن ہی
گزرے تھے اور وہ اس ماحول میں سرج بس گئے تھے۔
خدا بخش نے پورے لان کی حالت بدل دی تھی۔ اہل
حاجہ نے ساجدہ کے ساتھ مل کر بچن کی ذمہ داری
سنبھال لی تھی۔ ساتھ کے لیے وہ خود کھانا بناتی تھیں۔

مقوی اور قوت بخش فاسق وقت میں وہ ان کے ہاتھ
میں تل کی مالش کرتی ان کا حوصلہ اور ہمت بڑھاتی۔

ہول جوں ساتھ کی ڈیووری نزدیک آ رہی تھی اس کی
تکلیف بڑھتی جا رہی تھی۔

اس دن سلیمان آفس سے اٹھنے کے بعد گھر جانے
کے بجائے ساتھ بیگم کی طرف چلا آیا۔ وہ کہیں نظر
نہیں آ رہی تھیں۔ اہل حاجہ نے بتایا کہ اندر ڈاکٹرنی
چیک کرنے آئی ہوگی۔

”بھڑا قریب ہیں میں ساتھ دمی کے سب ہی
ڈاکٹرنی سے چیک کر رہی ہے۔“ پاس ہی نرم بھی
اہل حاجہ کی کھلی ڈلی بات پر شہا کر سٹ سوڑا۔

”آپ بیٹھے ہیں۔“ اہل حاجہ کی بات کا اثر زائل
کرنے کے لیے نرم نے اخلاقیات بھانا چاہا۔

”ہاں پتر! بیٹھو میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔“ انہیں
چاہا تھا سلیمان اس گھر کا مالک ہے تب ہی خاطر تواضع میں

میری آنکھوں میں رات چلتی ہے
رات میں کئی خواب جلتے ہیں
وہ بے تپ نہیں!

اتنے کیسے قاتل کہ
جان بچا ہے!

نہیں! وہ
کو تو دل سلگتا ہے!

دینے جیتے نہیں!

”ہاں! میں ان دنوں بہت بڑی ہوں رات کو بھی
وہیں تنے کا کوئی خاص وقت نہیں ہے۔“ کے نکہ شر
کے حالات خراب ہیں تو کسی بھی وقت بھی جانا پڑ جاتا
ہے۔“ خدیجہ نے اسے ایک بار پھر نرم کو ساتھ لے
جانے کو کہا تو سلیمان نے پھر وضاحت کی۔

اس کی معقول دلیل یہ خدیجہ خاموش ہو گئیں مگر
نرم کو لگ رہا تھا اس نے جان چھڑائی ہے۔ وہ سب
سے ایک جیسی تھی۔ انہیں وہ رہ کر سلیمان کی طرف
الٹی تھیں۔ اسنے اسماٹ ہیر کٹ گئی پر تاثر
آنکھوں سمیت ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھا نرم کو
اپنی آنکھ سے مستحضر لگ رہا تھا۔

اسے پلائی باتیں یاد آ رہی تھیں جو اس کی رخصتی
سے قبل انہوں نے اس کے ساتھ کی تھی۔

”میں تم اپنی خود ساختہ نظرت کے قبضے میں ہو جب
نظرت کا یہ خول ٹوٹے گا تو تمہیں سب نظر آنے لگے
گے۔ سلیمان اچھا لڑکا ہے۔ وہ دن دور نہیں ہے جب
تم اہل اسفل مضبوط ہو جائے گا کیونکہ یہ رشتہ ہونا
کی ایسا ہے جو اجنبی لوگوں کو محبت جیسے مضبوط بندھن
باندھ دیتا ہے۔“

”اگر ایسا ہے تو تمہیں کیا تھا؟ پھر الجھ رہی تھی۔“

محبت ان کے لفظوں میں۔

چھوٹا کراڑ ہے گمراہ

جیسے گمراہ سندھ میں

پھر ایک قیمتی موتی

ہو لفظوں سے عیاں نہ ہو

ہو لفظوں میں عیاں نہ ہو!

”کچھ عرصہ بعد ہم سب بھی ادھر ہی شفٹ ہو گئے
ہیں تمہارے اٹکل اگر خود ہی گھر دیکھیں گے سچے
آگیا تو لے لیں گے۔“ لگے ہاتھوں انہوں نے
پروگرام بھی بتلایا۔

وہ بچے تھے انداز میں تیار ہوئی عام سے موٹی کپڑی
رہلا دھلایا چھو۔ خدیجہ نے وہ کھاتو سر پہن لیا۔

”میں نے تو ہوا کر اپنے چاؤ بھی نہیں پورے
اجھے سے کپڑے پہنو اور چڑیاں بھی چھو کھلی

میں۔“ آج کل کی لڑکیوں کو تو اتنا شوق ہوتا ہے
سنورنے کل ساتھ فاسق ہو جائے تو پھر دم دم دھام سے

رہنے کروں گی سلیمان کل۔“ انہوں نے خود اس کی
الٹاری کھول کر ایک سوٹ نکالا۔ یہ سب شادی کے

پہلے کے ملے ہوئے تھے۔ پنک گھر کا اسٹائلسٹ
سوٹ تھا۔

”یہ پہنو فوراً۔“

اس سے پہلے کہ ریان اسے چھوڑنے جاتا سلیمان
خود آگیا۔ خدیجہ نے اسے بھی اپنے آگے کا نہیں
تھا تو انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ نرم نے چادر

بعد اسے دیکھا تھا۔ جلنے کی بات تھی اس میں کہ اس
کے سارے حقیقی خیالات دم توڑ گئے تھے۔

یہاں کے جلنے کے بعد جس طرح اس نے لڑائی
بھائی تھی ساتھ کو اور اسے حوصلہ دیا تھا۔ اس کے

کو جو اکیلے پن کا خوف تھا وہ جاتا رہا تھا۔ اس
دیکھنے کے معاملات بھی ایماندار لوگوں کے ہاتھ

دیے تھے۔

نرم بچن میں آئی۔ ساجدہ بڑائی کو دم دے
تھی۔ نرم نے بھی اس کا ہاتھ بنانا شروع کر دیا۔

ساجدہ چائے دینے ڈرائنگ روم میں گئی تو
نرم کا پوچھا۔

”وہ تو بچن میں ہیں۔ سوٹ ڈش کے بعد
لیے بیڑیاں کٹ رہی ہیں۔“ ساجدہ نے بتایا۔

بیگم کی نگہ سلیمان کی طرف اٹھی گویا کہ وہ
میں جو تک لگ ہی گئی ہے۔



سے لے جاؤ۔ چونکہ شادی والے دن ہی تیمور صاحب
کا انتقال ہوا تھا۔ تو دوسرے بھی ملتوی ہو گیا تھا۔ ساتھ بیگم
اور نرم میں اجنبیت کی دیوار سی جاں ہو گئی تھی۔

دونوں ایک دوسرے سے بات نہیں کرتی تھیں۔
اس عالم میں نرم کا دم کھٹنے لگا تھا۔ سلیمان بھی آتا تو

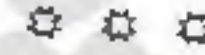
ساتھ بیگم کے پاس سے ہی بیٹھ کر چلا جاتا۔ کئی بار اس
کے آنے کی خبریں نہ ہوتی۔

اس روز بھی جب وہ جانے لگا تو ساتھ بیگم نے روک
لیا۔

”نرم کو ساتھ لے جاؤ اسے تبدیلی کی ضرورت
ہے۔“

”خدا! آپ اکیلے ہیں کچھ دن اور رہ لے وہ پھر میں
لے جاؤں گا۔“ صاف لگ رہا تھا کہ وہ دامن پھار رہا

ہے۔



سلیمان عین دن سے نہیں آیا تھا۔
اس دور ان صرف ایک بار اس کا فون آیا تھا۔ ساتھ

پریشان تھیں۔
ساتھ بیگم کو نرم پر ختم آتا اس نے ایک بار بھی

سلیمان سے گھر جانے کے لیے نہیں کہا۔ اب تو خدیجہ
کو بھی تشویش نے آن گھیرا تھا۔ ریان یونیورسٹی سے

فاسق تھا وہ اسے ساتھ لے کر چلی آئیں۔
ساتھ کی تھلکی کے پیش نظر انہوں نے یہ فیصلہ کیا

تھا کہ ریان لوہری رک جائے اور وہ دونوں میاں بیوی
سلیمان کے پاس۔

خدیجہ اور ریان کی آمد نرم کے لیے خاصی خوش
کن تھی۔ وہ بات کرنے کے لیے ترس گئی تھی۔ مگر

انہوں نے آگے ہی ریان سے کہا کہ
”بھائی کو گھر چھوڑ دو۔“

”میں لوہری ہوں ساتھ کے پاس تم جب تک
آرام سے رہو۔“ چھوڑنے والے چلے جاتے ہیں مگر

زندگی چلتی رہتی ہے۔“ انہوں نے زندگی کا سب سے
بڑا چیلن کیا۔

”سلیمان چراب اپنی بیوی کو گھر لے جاؤ۔ ساتھ
بچی بھی خیر سے فارغ ہو جائے گی۔“ امیں حارجہ نے

دانت پہ دانت حملے تکلیف کو برداشت

میں نے اسے روکا اور کہا: "اگر آپ کو یہ سب دیکھنا ہے تو میری بات سنیں۔"

”میں بیٹی گھر جا کر لاؤ کر لیت۔ چلو لیٹو ساتھ۔“
 ”انہوں نے اپنا تیت بھرا من جتایا تھا۔ واقعی
 فروری ساتھ کے وجود سے عیاں تھی۔ نرم بھائی کو
 دیر میں لیے بیٹھی تھی۔“

"نہ! ڈیڑھ رات۔ اس کی آنکھیں بالکل پیاپی طرح ہیں۔ اور یہ دیکھیں اس کے گلے کتنے سوختے ہیں۔ دل کرتا ہے پار کر کر کے۔" ایک دم اس کی زبان کو بریک لگ گیا۔ سلیمان بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ جھپک کر سرخ ہو گیا۔

"مہاراجہ! دیکھیں میں اس کی آنکھیں پیاپی طرح ہیں۔ اب وہ پھر ساتھ ہیٹکے کے بستر پر تھی۔"

"ہاں اور اس کے بالوں کا فکرمستوں ناک ہاتھ پاؤں سب تھماری طرح ہیں۔"

"جی۔" وہ خوشی سے بے حال ہو رہی تھی۔

"بالکل سچ یہ اپنی آپنی کی طرح ہے۔" انہوں نے تصدیق کی تو ایک بار پھر اس کی خوشی دیکھنے کے قابل ہو گئی۔

"تو اس کا دل اپنی آپنی کی طرح نہیں ہوتا چاہیے۔" پاس بیٹھا سلیمان بڑے دھمے لہجے میں بولا۔

نہ! نے اوپر اوپر دیکھا کہیں کسی نے سن تو نہیں لیا۔ وہ بول کر بالکل بے نیاز بن گیا تھا۔

وہ پھر تک ہسپتال کا وہ پرائیویٹ روم رشتہ داروں سے بھر چکا تھا۔

خدیجہ نہ! کی آنکھوں کی سرخی دیکھ رہی تھی جو شب بیداری کی غماز تھی۔ انہوں نے زبردستی ریان کے ساتھ اسے گھر بھیجا۔ ورنہ ننھے ننھے سے بھائی کے پاس سے اٹھنے کو بالکل دل نہیں کر رہا تھا۔

اماں ہاجرہ بھی اس کے ساتھ ہی گھر آئی تھیں۔ انہوں نے رات کو دوبارہ واپس جانا تھا ساتھ کے لیے کھانا لے کر۔

نہ! تو گھر پہنچتی ہی سو گئی۔

نہ! روز صبح اسپتال آئی اور مغرب کے بعد خدیجہ زبردستی گھر واپس بھیجتیں۔ اس کا دل چاہتا ہی نہیں تھا بھائی کو چھوڑ کر جائے۔ اس کی یہ محبت دیکھ کر ساتھ کے دکھوں کا زوالہ ہو گیا تھا۔

اس ننھے ننھے وجود نے نہ! کو ان سے ملایا تھا۔ اس کے منہ سے لفظ مہاراجہ پکارا اور انہوں نے لگتا تھا۔

وہ جب تک ان کے پاس رہتی بھائی کو ان کی رکھتی اس کے گلوں پہ انگلیاں پھیرتی اس کی آنکھوں کو پھولی اس کے گلابی ہونٹوں کو چومتی اور ہنس خوش ہوتی۔

چوتھے دن ساتھ ہیٹکے کو اسپتال سے گھر چلے گئے۔ اس روز نہ! نے اسپتال میں کئی کئی گھر گھر کر ان کے استقبال کی تیاری کر دی تھی۔ جب گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہوئی تو پختہ ہوئی نہ! فریم کھڑی تھی۔ ساتھ ہی روشن خدا بخش گھر میں ساجدہ بھی تھی۔

نہ! نے بھولوں کی پتیاں ساتھ ہیٹکے کے گھر دیکھ کر "وہیکل مہاراجہ!" ساتھ ہی وہ ان کے گلے لگ گئی۔

"مہاراجہ! آئی ایم سوری۔ آج میری طرف سے آپ کو دکھ نہیں ملے گا۔" خدیجہ کی گود سے اس نے اسے گولے لیا۔

"میں اسے خود اٹھاؤں گی۔" ایک سرشاری کی رنگ جہل میں باتر گئی۔

ان کی غیر موجودگی میں نہ! نے ان کے بیٹے کو سسٹنگ خود پہنچ کی تھی۔ سب کچھ دھلا دھلا کر گل دان میں تازہ پھول مسک رہے تھے اور ایک کٹ کا بھی اضافہ ہوا تھا۔ ساتھ ہیٹکے کا دل مہلت سے گیا۔ وہ ٹیٹ گئیں تو نہ! نے ان کے پاس چھو سے بھائی کو بھی لٹا دیا۔

"مہاراجہ! اس کا نام کیا رکھیں؟"

"جو تمہیں پسند ہے رکھ دو کیونکہ تم کا نام ہے۔"

"جس پھر آج سے اس کا نام علی ہے۔"

پہلے سے ہی سوچ رکھا تھا۔

"جس ٹھیک ہے۔ اس کا نام علی ہے۔"

باتیں کرتے دیکھ کر خدیجہ خوش ہو رہی تھیں۔

"اب تم خیر سے گھر آگئی ہو تو میں سوچ رہی تھی پھر مونا سافٹکشن اینج کر لیں کیونکہ نہ! سلیمان کے بہت سے جاننے والے ہیں۔

جس جو ویرہ کھانے کی ضد کر رہے ہیں تم

جس کا روئے سخن ساتھ کی طرف تھا۔

"جی! اچھی بات ہے ضرور فکشن کریں۔ میں بھی اپنی ہونٹیں اپنے گھر جائے نہیں خوشی۔" بھلا انہیں کیا اعتراض تھا۔

وہ وہی حلقہ کر رہے تھے ہم ویرہ لاہور میں گھر کریں گے انہیں بڑی تمنا ہے کہ سو کچھ دن اس گھر میں رہیں۔ اگر تیمور بھائی یوں نہیں چھوڑ کر نہ! کے بھائی کے دو دن بعد ہم نے لاہور لے جانا تھا۔

نہ! کو "تیمور صاحب کے ذکر پر ساتھ کی آنکھیں پلک پلک تھیں تو خدیجہ بھی اداس ہو گئیں۔

نہ! اور ہی آ رہی تھی۔ ساتھ ہیٹکے نے فوراً اپنے آنسو صاف کیے۔

"اب تم بھی چلنے کی تیاری کرو۔" خدیجہ نے ماحول پر طاری اداسی کو مٹانا چاہا۔

"اگلیں ۴۴ اس نے سوالیہ نگاہوں سے خدیجہ کی طرف دیکھا۔

"لاہور۔" ان کے جواب پر وہ چپ سی ہو گئی۔

وہ ہم اپنے اسی گھر میں کریں گے تمہارے انگل کی تلاش سے انہوں نے وضاحت کی۔

رات کو سلیمان خدیجہ کو لینے آیا۔ اس کی آمد پر ساجدہ اور اماں حاجرہ نے کھانے پر خلصا اہتمام کر لیا تھا۔ ساتھ کے لیے ننھی نہ! نے خود بخود لے لیا۔

وہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہاں اور خالہ کے پاس سے اٹھ کر باہر نکلا تو اماں حاجرہ دیکھائی دیں۔ سوپ کا بادل لے کر ساتھ کو دینے جا رہی تھیں۔

"اماں! آپ کی بھولی بلی کہاں ہیں؟"

"وہ اندر ہیں۔" اماں حاجرہ نے اس کے پوچھنے پر بچن کی طرف اشارہ کیا۔

"اماں! اتنی جلدی سوپ دے بھی آئی ہیں۔" ویری کہہ علی تو نہیں رو رہا تھا۔

وہ باغی میں چھپ چلا تے ہوئے اسے اماں حاجرہ کو کر بول۔ جب کچھ لمحے خاموشی طاری رہی اور اسے اپنے سوال کا کوئی جواب نہیں ملا تو وہ بچی۔

سلیمان انداز سے پہچل کر گھر آ گیا۔ ایسے کہ جب

تک وہ آگے سے نہ ہٹتا نہ کوئی اندر آ سکتا تھا نہ باہر جا سکتا تھا۔

"اب تک یہاں ہی کھانے پکانے کے ارادے ہیں۔ کسی اور کی بھی خبر ہے کہ نہیں۔" وہ قصداً ڈرامائی انداز میں بولا۔ جس میں جگہ سے غصے کی آمیزش محسوس کی جاسکتی تھی۔ جواباً وہ خاموش ہی رہی تو سلیمان آگے بڑھ آیا۔ انہیں نے کچھ کہا ہے؟ اس کے انداز سے نہ! پھر گھبرانے لگی۔ "اب تک یہاں چھپ کر بیٹھی رہو گی۔" وہ صاف صاف کہہ دیا۔

"آگے سے نہیں۔ علی رو رہا ہو گا۔" اسے یہاں سے بھاگنے کے علاوہ کوئی راستہ نظر نہیں آیا۔

"تو میں کیا کروں علی رو رہا ہے تو۔"

"نچھ اندر جانا ہے۔" اب تو وہ وہاں ہی ہو گئی۔

"مجھے گھر لے کر جانا ہے۔" اس سے پہلے کہ وہ باہر نکلتی سلیمان نے اپنا ہانڈ پھیلا دیا۔

ساجدہ کی قدموں کی آواز اور ہی آتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ سنبھل گیا۔ نہ! کا دل ابھی تک زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

خدیجہ اباب تم نے اور نہ! کو تنگ کیا تو۔" ساتھ ہیٹکے نے رعب سے اسے دیکھا تھا۔

انہیں نے ہی کیا جو مجھے کرنا چاہیے تھا۔ اصل میں وہ جس طرح آپ کے ساتھ بدتمیزی سے بول رہی تھی میں برداشت نہیں کر سکتا۔ میں نے تو مہنوز سکھانے تھے اسے جو تیمور انگل کی لٹکے کی وجہ سے نہیں سکھا سکا۔"

"جس سلیمان بہت ہو گئی ہے۔ نہ! بھی ہے میری۔ اب تم نے کوئی زیادتی کی تو میں صاف کہیں کر دیں گی۔ تیمور کی جان بھی اس میں۔" ساتھ ہیٹکے ایک جذباتی ہو گئیں۔

"خدا! میں تو ذرا حق کر رہا تھا۔" ان کے بدلتے تاثرات دیکھ کر وہ سنجیدہ ہو گیا تو ساتھ ہی مسکرائیں۔

"ویسے آپ کی بیٹی نے جس طرح کٹھنپ کرنے کے بعد میری آنکھوں پر پٹی باندھی تھی وہ آپ دیکھ لیتیں تو عیش عیش کرا لیتیں۔" سلیمان ابھی تک ہن ہاتھوں کی لرزش میں بھولا تھا۔

"محترمہ نے ایک پولیس آفیسر کے ساتھ ہاتھ کیا۔ وہ آپ کو نظر نہیں آتا۔"

"ملاؤ اور غائب سب نہیں جانتی ہیں۔ بس ہو گیا اب بھول جاؤ اور نرم کو مزید تنگ نہ کرو۔"

"اؤکے نہیں کرتا۔ اگر مجھے ذرا سا بھی یقین ہو تاکہ وہ ملانکھا اور باقی دو لڑکوں کے گروہ کے ساتھ ملوث رہی ہے تو پھر میری ڈکشنری میں معافی کا لفظ نہیں تھا۔ میں نے پوری تحقیق کر لی ہے۔"

سلیمان کے چہرے پر اتنی سختی اور درشتی تھی کہ ساتھ بیگم بھی ڈر گئیں۔ انہوں نے اس کا ہاتھ دبا کر پرسکون رہنے کی خاموش سی تلقین کی۔

سلیمان کی کزنز اور رشتہ دار عورتیں نرم کو گھیرے بیٹھی تھیں۔ ریان الگ شور مچا رہا تھا کہ مجھے بھی جگہ دو بھابھی کے پاس بیٹھنے کی۔ خاص خاص مہمانوں کو بلائے کے بلوجود پھر بھی اچھے خاصے لوگ جمع ہو گئے تھے سلیمان کے لیے۔ کی تقریب سب سی گئی تھی۔ خدیجہ اور عثمان بہت مسرور تھے۔

"سائہ بیگم علی کو گود میں لیے نرم کے پاس ہی بیٹھی تھیں۔ گاہے بگاہے نرم جھک کر علی کا گل چوم لیتی۔"

"ایٹالیٹ ولیمہ پہلی بار کھایا ہے۔" یہ سلیمان کی کزن تھی۔

"مگر یہ بھی دیکھیں ڈیر آید درست آید سوسر لیٹ نہ ہوتا تو میرا سلا کیسے شرکت کرتا۔" سلیمان ہر جتہ بولا تو زور کا قہقہہ پڑا۔

مہمانوں کے جانے کے بعد لڑکیاں اسے کمرے میں لائیں۔ خدیجہ نے پورے اہتمام اور چاؤ سے نرم کو تیار کرایا تھا۔ بار سنگھار زیورات اور لباس سے وہ بارات کی دلہن کی مانند ہی نظر آ رہی تھی۔

سکیڈ فلور۔ جہاں سلیمان لاہور آتا تو قیام کرتا اسی کمرے کو ڈیگورٹ کرایا گیا تھا۔

اب تو ہم لوگ پھر سے سیکس اترار کے طریقے تمام دور جنوں کی رسمیں تمام اظہار کے سلیقے تمام اپنی آنکھوں سے میری آنکھوں کے جام بھر رہے اگر یہ لڑکی کے کنارے شکستہ ہوں تو حرج کیا ہے مجھے وفا کی غمی تو ہوگی

تم اپنے ہاتھوں سے میرے بالوں کی لٹ سنو۔ سیاہی شب کی دل فریبی نہیں ملے گی تو شرف

کس کس کہیں چاندنی تو ہوگی تم اپنے ناموں کی لاکھ مہلوں کو میرے چہرے پر ثبت کرو۔ یہ عمدہ مسودہ ورق ورق ہو تو سوچنا کیا ہے

تیسرا سینے میں جو دل دھڑکتا ہے کیا اب بھی ہے پہلے جیسے۔ "وہ کتنے مزے سے نرم کی پلکوں کا رقص دیکھ رہا تھا۔

خوشبوؤں میں بستا تو تازہ گلہرا اکھرا سا سلیمان کے سامنے موجود تھا۔

"مجھے لگتا ہے پہلے جیسا نہیں رہا ہے۔ میں کاش سلیمان نے اپنے مضبوط ہاتھ میں جکڑ لیا تھا۔

نازک سا رز تپا تھا پسینے میں بھگا بیٹھا۔

"ملے ہو مگر اجی بن رہے ہو قیامت نہیں ہے پھر اور کیا ہے۔" وہ دلکش انداز میں مسکرایا اور نرم کلائیوں میں گئی چوڑیوں کو دیکھنے لگا۔ جلتے ہوئے لکڑی سے نرم نے کیا پرہیز اور کیا سمجھا تھا کہ والدین بچے کر لیا۔

"تنی بڑی۔ جب ایک چوٹ کے پولیس کو کٹھنپ کیا تو اس وقت یہ دل اتنا تیز تیز نہیں

رہا تھا۔"

اس کا ہاتھ سلیمان کے لیوں پہ دھرا تھا۔

"جب بھی وہ کھلا اسرار بھری گئی ہو۔ اب اس وقت یہاں ہو میرے پاس محل طور پہ بے بس میرے چنے میں۔ چاہوں تو ایک ایک لمحے کا حساب لوں اور چاہوں تو پھر دوں۔ اتنا عرصہ دور رہی ہو۔"

تو کیا آپ بدل لیں گے مجھ سے۔ "وہ تڑپ کر یوں کانٹل توڑنے پہ مجبور ہوئی جو اب "وہ چلن لیا انداز میں مسکرایا۔

وہی چلن دار اور مقلد کو بے بس کرنے والی منکر ایست۔

"ہاں۔" اس کی شوخ نگاہیں نرم کے سراپے سے روا کر لیٹ رہی تھیں۔ اس کے ارادے بھانپ گئی تھی۔

"سہیلی! یہ اس لگ رہی ہے مجھے۔"

سینٹل ٹیل۔ جگ میں پانی پڑا تھا۔ وہ مڑا۔ نرم کے لیے اتنی مسکرت بہت تھی کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ سامنے ڈیرنگ روم تھا۔

"پھر بے ایمانی۔" وہ سلیمان کی گرفت میں آچکی تھی۔ وہ ٹائپے میں سارے قاصدے عبور کر گیا تھا۔

"بہت سی باتیں کہی نہ جائیں تو مفہوم گم ہو جاتا ہے مجھے ان محو کو قید کرنا ہے۔"

نرم کے حواس خطا تھے۔ اس جلد کرنے اسے گھائل سا کر دیا تھا ہر کنوں میں ارتعاش بڑھتا جا رہا تھا۔

"مجھے تمہاری خوشبو کو تمہاری سانسوں سے چرا لیا ہے۔" وہ بے بس سی اپنی دھڑکنیں شمار کرتی رہ گئی۔

سلیمان نے نہ شکوہ کیا تھا نہ شکایت نہ گزروے باغی کی غلطیوں کا حوالہ دیا تھا۔

اس کے دوستانہ انداز نے نرم کے سارے غم شامت کو دور کر دیا تھا۔

پس انوکھے قانع نے اسے بہت پہلے ہی فہم کر لیا تھا۔

سوا اب اپنی بار کا اعتراف کرنے میں کیا حرج تھا۔

مکتبہ
حنا

بہنوں کا اپنا نام

لاہور

مئی 2009

مئی 2009 کے شمارے کی ایک جھلک

☆ دریا شمس فنکارہ "وہ ملک" سے ملاقات۔

☆ "بچی مشق مروت چاہے" تازہ دنیا کا مکمل ناول۔

☆ "میرے ساتھ رہے کو" حسین اختر کا سلسلہ وار ناول۔

☆ "یہ جو میرا تھا رشتہ ہے" سعد پال کاشف کا مکمل ناول۔

☆ "محبت بھی مرنی نہیں" شازیدہ نقی کا مکمل ناول۔

☆ "عشق کے رنگ ہزار" حمید الدہاب کا مکمل ناول۔

☆ "میرے چار گھر سے میرا" حسین اختر کا سلسلہ وار ناول۔

☆ "عجب سلسلے ہیں وفا کے" سعد پال کاشف کا سلسلہ وار ناول۔

☆ روحانیہ نویدہ، ساجدہ تاج پوری، حنیف مرقا، الحسن رولے

اور ہماراؤ کے ساتھ۔

بہنوں کا اپنا نام

مکتبہ حنا

بیاد سے نئی سچائی کی باتیں، انشاء نامہ، انٹرویو، شوبز

کی دنیا کی دلچسپ معلومات اور حیدر سروس کے علاوہ حنا

کے بھی مستقل سلسلے شامل ہیں

مئی 2009

آج ہی اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب کریں